حجت الاسلام جواد محدثی

بہترین عشق

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

دار الثقلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہترین عشق

بچوں اور جوانوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرنے کے طریقے

تالیف

حجت الاسلام جواد محدثی

ترجمہ

سید سعید حیدر زیدی

یکے از مطبوعاتِ

دار الثقلین

پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳۳- کراچی ۷۴۶۰۰ -پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

DARUSSAQLAIN
P.O. Box No. 2133,
Karachi-74600 Pakistan

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: بہترین عشق

تالیف: حجت الاسلام جواد محدثی

ترجمہ: سید سعید حیدر زیدی

ناشر: دار الثقلین

طبع اوّل: رجب ۱۴۲۶ھ، اگست ۲۰۰۵ء

طبع دوّم: ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ، دسمبر ۲۰۰۶ء

طبع سوم: ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ، نومبر ۲۰۱۱ء

قیمت: ۵۰ روپے

فہرست

پیش گفتار ۷
دین میں محبت کا مقام ۱۱
اہلِ بیتؑ کے حقوق اور ہماری ذمے داریاں ۱۷
محبت پیدا کرنے کے طریقے ۲۳
۱۔ بچپنے سے پہلے کا دور ۲۳
۲۔ آبِ فرات اور خاکِ شفا سے تعلق ۲۶
۳۔ محبوبیت چاہنے سے استفادہ ۲۹
۴۔ شیعہ پر اہلِ بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا ۳۱
۵۔ حبِ آلِ محمدؐ کی فضیلت بیان کرنا ۳۷
۶۔ اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا ۴۰
۷۔ محبتِ اہلِ بیتؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا ۴۵
۸۔ تعظیم و تکریم اور تعریف ۵۰
۹۔ مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم ۵۶
۱۰۔ طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ ۵۸

۱۱۔ ولی نعمت کا تعارف ــــــــ ۶۲
۱۲۔ اہلِ بیتؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر ــــــــ ۶۵
۱۳۔ اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو حیاتِ ائمہؑ سے منسلک کرنا ــــــــ ۶۸
۱۴۔ محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز ــــــــ ۷۰
۱۵۔ روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا ــــــــ ۷۱
۱۶۔ کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعار تحریر کرنا ــــــــ ۷۴
۱۷۔ محبانِ اہلِ بیتؑ کے قصے ــــــــ ۷۴
۱۸۔ انجمن سازی ــــــــ ۷۵
چند تکمیلی نکات ــــــــ ۷۷
۱۔ محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا ــــــــ ۷۷
۲۔ محبت کی نشانیاں ــــــــ ۸۲
۳۔ غلو سے پرہیز ــــــــ ۸۵
ایک میدان دو حملے ــــــــ ۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

تجربہ گواہ ہے اور تاریخ بھی اس حقیقت کی شاہد ہے کہ وہ لوگ جو دینی و مذہبی رسوم وآداب سے جذباتی اور قلبی تعلق رکھتے ہیں، جو اہلِ بیتِ اطہارؑ سے محبت وعقیدت کے جذبات کے مالک ہیں اور جو مذہبی احکام اور دینی شعائر کے پابند ہیں، وہ (دوسروں کی نسبت) بہت کم گمراہی، گناہ اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں یا بہت دیر میں خرابیوں اور برائیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اہلِ بیتِ رسولؐ اور معصومینؑ کے لئے پاک اور مقدس جذبات، دینداری کی راہ میں زیادہ سے زیادہ ثابت قدمی کا سبب اور اہلِ بیتؑ سے عشق ومحبت لوگوں کو بڑی حد تک گناہ اور گمراہی سے دور رکھنے کا ضامن ہے۔ بشرطیکہ یہ محبت اور دوستی گہری ہو، اسکی جڑیں مضبوط ہوں، بصیرت ومعرفت کی بنیاد پر ہو اور درست رہنمائی کے ذریعے انسان کو عمل پر آمادہ کرتی ہو۔

دوسری طرف اگر جوانوں اور نوجوانوں میں عقیدے کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں اور اُن کی صحیح دینی تربیت نہ ہوئی ہو، تو معاشرے کا یہ طبقہ گناہ اور اجتماعی واخلاقی گمراہیوں کی لہروں سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

اسلام اور اسلامی انقلاب کے دشمنوں نے بھی ''ثقافتی یلغار'' کے منصوبے بنائے

اور اُن کے لئے خطیر رقوم مختص کی ہیں اور وہ نوجوانوں کو اسلام کی مقدس تحریک اور انقلاب سے دور کرنے کی خاطر خود ہمارے ملک سمیت عالمی سطح پر بھرپور وسائل اور ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔

آج جو لوگ دینی ثقافت اور ہماری اخلاقی و انقلابی اقدار کے خلاف دشمن کی منظّم کوششوں کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بے خبری، غفلت اور سادگی کی علامت ہے۔ جوانوں کے سامنے نامناسب آئیڈیلز پیش کرنا، انہیں بازاری اور گھٹیا عشق و محبت کی وادی میں دھکیلنا اور اس روحانی ضرورت اور خلا کی گناہ آلود انحرافی تسکین اسلام دشمن طاقتوں کے ہتھکنڈوں اور پروگراموں کا حصہ ہے۔

لہٰذا ہمیں اپنے پیارے بچوں اور جوانوں کو ان لغزشوں اور سازشوں سے بچانے کی خاطر ان کے بچپنے اور نوجوانی کی عمر ہی سے ان کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے اور انہیں فکری، روحانی اور جذباتی غذا فراہم کرنے اور قرآن و عترت کی بنیاد پر صراطِ مستقیم کی جانب ان کی رہنمائی کے لئے منظّم اور جچی تلی کوششوں کی ضرورت ہے۔

بچوں اور نوجوانوں کے دل میں اہلِ بیتؑ کی محبت پیدا کرنا اور اس پاک اور مثالی گھرانے سے ان کی فکر، جذبات اور محبت کو وابستہ کرنا مذکورہ منصوبوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہونا چاہئے۔ وہ لوگ جو کسی سے اظہارِ محبت، کسی کو دل دینے، کسی کو محبوب بنانے کے خواہشمند ہیں اُن کے لئے اہلِ بیتِ رسولؐ بہترین اور افضل ترین محبوب ہوں گے اور اس خاندان سے عشق قیمتی ترین اور دیرپا ترین عشقوں میں سے ہے۔ صاحبِ دل شاعر سعدی شیرازی کے بقول:

سعدی، اگر عاشقی کنی و جوانی
عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ وہ کونسے طریقے ہیں جن کے ذریعے آج کی نسل کو اہلِ بیتؑ کا محبّ اور ان کا چاہنے والا بنایا جاسکتا ہے اور ان کی روح میں اس مقدس اور برتر عشق کا

بیج بویا جاسکتا ہے؟

والدین، اساتذہ، مصنفین، فنکار، فلم و ٹیلی ویژن کے اربابِ اختیار، ثقافتی ادارے، تبلیغی اور تربیتی مراکز کے پالیسی ساز حضرات، الغرض وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی طرح بچوں اور نوجوانوں کی شخصیت کی تعمیر میں موثر اور حصہ دار ہیں، وہ محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرنے کے طریقوں اور راستوں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں بھی اور معاصر نسل کی فکر و قلب میں دین کی نشو و نما کے سلسلے میں بھی ذمے دار ہیں۔

راقم الحروف نے بغیر کسی بلند بانگ دعوے کے ایک انتہائی چھوٹے اور ابتدائی قدم کے طور پر یہ مختصر کتابچہ ترتیب دیا ہے اور اس بارے میں کچھ نکات پیش کئے ہیں۔ امید ہے اس موضوع پر صاحبِ نظر حضرات کی توجہ و کوشش اور زیادہ علمی و حقیقی طریقوں کے ذریعے بہت کچھ کام کیا جائے گا اور اہلِ مطالعہ اور محققین کے لئے استفادے کا باعث ہوگا۔

جواد محدثی

حوزۂ علمیہ قم

مجھ سے خدا کی خاطر محبت کرو

ایک ایسا نوجوان جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا' اُس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور مسرت بھرے انداز میں آپؐ کے رُخِ انور کو دیکھنے لگا۔ آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا: "ا تحبّتنی یافتی!" اے جوان کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔

اُس نے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم اے اللہ کے رسولؐ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "مثل عینیک!" اپنی آنکھوں کی طرح؟

اُس نے کہا: اُن سے بڑھ کر۔

فرمایا: "مثل ابیک" اپنے والد کی طرح؟

کہا: اُن سے بھی زیادہ۔

فرمایا: "امّک" اپنی والدہ کی مانند؟

کہا: اُن سے بھی زیادہ۔

فرمایا: "مثل نفسک" خود اپنے برابر؟

کہا: خدا کی قسم! اے اللہ کے رسولؐ! اُس سے بھی کہیں زیادہ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "امثل ربّک" کیا اپنے پروردگار کی طرح؟

کہا: اللہ! اللہ! اللہ! اے اللہ کے رسولؐ! آپ سے یا کسی اور سے میری محبت کی وجہ کوئی اور نہیں، بخدا میں آپؐ سے خدا سے محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہوں۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اصحاب کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: "ھکذا کونو أحبّو االله لاحسانه الیکم و انعامه علیکم و احبّوانی لحبّ الله." اسی طرح تمہیں بھی چاہیے کہ تم خدا سے اُس کی طرف سے تم پر کیے گئے احسان اور اُس کی عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے محبت کرو، اور مجھ سے خدا کی محبت کی وجہ سے محبت کرو۔"

(ارشاد القلوب، حسن دیلمی، طبع بیروت، موسسۃ الاعلمی، ص ۱۶۱، نقل از مجلّہ پاسدار اسلام شمارہ ۳۲۱، صفحہ ۴۷)

دین میں محبت کا مقام

اگر چہ طاقت اور قوت سے کام لے کر ہم اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس مقصد کے لئے محبت اور عشق سے استفادہ اور دل میں جاذبہ اور کشش پیدا کرنا ایک زیادہ موثر عامل ہے، جو زیادہ دیرپا محرکات پیدا کرتا ہے۔ روایات میں بھی آیا ہے کہ: الحُبُّ افضَلُ مِنَ الخوف (محبت خوف سے بہتر ہے۔ بحار الانوار۔ ج ۷۵۔ ص ۲۲۶)

اہلِ بیتؑ سے ہمارے تعلق کی بنیاد کیا ہے اور اس تعلق کو کس بنیاد پر قائم ہونا چاہئے؟

کیا یہ حاکم و محکوم اور حکمراں و رعیت کا سا تعلق ہے؟

یا استاد اور شاگرد کے درمیان قائم تعلیم و تعلم کے تعلق کی مانند ہے؟

یا یہ تعلق محبت و مودت اور قلبی اور باطنی رشتہ ہے؟ جو کارآمد بھی ہوتا ہے، دیرپا بھی اور گہرا بھی۔

قرآنِ کریم اس تعلق کی تاکید کرتا ہے اور مودتِ اہلِ بیتؑ کو اجرِ رسالت قرار دیتا ہے: قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى (کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغِ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا، سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔ سورۂ شوریٰ ۴۲۔ آیت ۲۳)

متعدد روایات میں ''مودة فی القربیٰ'' کی تفسیر کرتے ہوئے اسے اہلِ بیتؑ اور

خاندانِ رسولؐ سے محبت والفت قرار دیا گیا ہے۔ افضل ترین محبت بھی وہی محبت ہے جس کی تاکید خداوند عالم کرتا ہے اور جو لوگ یہ محبت رکھتے ہیں اُنہیں بھی محبوب رکھتا ہے۔

روایات میں مودت اور ولایت کو خدا کی طرف سے عائد کیا جانے والا ایک فریضہ اور اعمال وعبادات کی قبولیت کا پیمانہ قرار دیا گیا ہے۔(۱)

اپنی احادیث کی رو سے اہلِ سنت بھی اس نکتے کو قبول کرتے ہیں۔ امام شافعی کا شعر ہے کہ:

یا اهلَ بیتِ رسولِ اللهِ حُبُّکُمُ   فرضٌ من اللهِ فی القرآنِ اَنزَلَهُ

کَفاکُمُ مِن عظیم القدرِ اَنّکُمُ   مَن لم یُصَلِّ علیکمُ لاصَلاۃَ له

''اے خاندانِ رسول اللہ! آپ کی محبت وہ الٰہی فریضہ ہے جس کا ذکر اس نے قرآن میں کیا ہے۔ آپ کے عظیم افتخار کے لئے یہی کافی ہے کہ جو بھی (نماز میں) آپ پر درود نہ بھیجے اسکی نماز درست نہیں۔''

(الغدیر۔ ج ۲۔ ص ۳۰۳)

کیونکہ اس باطنی تعلق کے نتیجے میں محبانِ اہلِ بیتؑ گمراہیوں اور لغزشوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں اور یہ دین کے اصل اور خالص سرچشمے کی جانب امت کی رہنمائی کا ذریعہ بھی ہے، اسلئے رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں اہلِ بیتؑ کی محبت کو فروغ دو اور اس محبت کی بنیاد پر ان کی تربیت کرو:

''اَدِّبُوا اَولادَکُم عَلیٰ حُبّی وَحبِّ اهل بیتی وَالقرآن.''

''اپنے بچوں کی تربیت میری، میرے خاندان کی اور قرآن کی محبت پر کرو۔''

(احقاق الحق۔ ج ۱۸۔ ص ۴۹۸)

۱۔ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے: لو انّ عبداً جاء یوم القیامةِ بعمل سبعینَ نبیاً ما قَبِلَ اللهُ ذلک منه حتی یلقاهُ بولایتی وولایةِ اهل بیتی. (کشف الغمہ۔ ج ۲۔ ص ۱۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے:

"رَحِمَ اللہُ عبداً حبَّبَنااِلَی النّاس وَلَم یُبَغِّضنااِلیھم."

"خدااس شخص پر رحمت کرے جولوگوں میں ہمیں محبوب بنائے' ان کی نظر میں ہمیں مبغوض اور منفور نہ بنائے۔(بحارالانوار۔ج ۷۵۔ص ۳۴۸)

نیز آپؑ ہی نے شیعوں پر زور دیا ہے کہ:

"اَحِبّوُنااِلَی النّاس وَلا تُبَغِّضوُنااِلَیھِم 'جُرُّوااِلَینا کُلَّ مَوَدَّۃٍ وَادفَعُواعنّا کُلَّ قبیحٍ."

"لوگوں کی نظر میں ہمیں محبوب بناؤ' ان کی نظر میں ہمیں منفور (قابلِ نفرت) نہ بناؤ۔ ہر مودت اور الفت کو ہماری طرف کھینچو اور ہر برائی کو ہم سے دور کرو۔"(بشارۃ المصطفیٰ۔ص ۲۲۲)

جس قدر محبت اور قلبی تعلق زیادہ ہوگا اتنی ہی پیروی' ہم آہنگی' ہمراہی اور ہمدلی زیادہ ہوجائے گی۔ ہمفکری' ہمراہی اور یکجہتی کے سلسلے میں عشق اور محبت عظیم اثرات مرتب کرتے ہیں۔لوگ جن ہستیوں سے محبت کرتے ہیں اُنہی کو اپنا آئیڈیل بناتے ہیں۔

اپنے قائد ورہنما سے جذباتی عقیدت سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں اسکی اطاعت پر اثر انداز ہوتی ہے اور صرف رسماً اور تنظیمی ضوابط کی پابندی کے لئے ہی نہیں بلکہ عشق وعقیدت کی بنیاد پر پیروی کا باعث بنتی ہے۔

لہٰذا اہلِ بیتؑ کے ساتھ شیعہ کا تعلق دینی مصادر (قرآن وحدیث) کی بنیاد پر صرف اعتقادی پہلو کا حامل ہی نہیں ہونا چاہئے بلکہ جذباتی' معنوی اور احساسی بھی ہونا چاہئے۔ہمیں چاہئے کہ فکر وشعور کو جذبات واحساسات کے ساتھ مخلوط کریں اور عقل اور عشق کو ایک دوسرے سے جوڑ دیں۔ بالکل اسی طرح جیسے دورانِ تعلیم ہوتا ہے کہ اگر استاد کا اپنے شاگرد سے تعلق علمی سے زیادہ جذباتی اور محبت ومودت کی بنیاد پر قائم ہو' تو شاگرد شوق کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے۔

ائمہؑ کے ساتھ محبت کے تعلق میں بھی دراصل ہونا یہ چاہئے کہ دل پر اُن کی حکمرانی ہو۔اس صورت میں معرفت، عشق اور اطاعت کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ معرفت، محبت پیدا کرتی ہے اور محبت ولایت واتباع کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام کی ایک حدیث میں ان تین عناصر اور انسان کی سعادت و کامیابی میں ان کے کردار کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

"مَعْرِفَةُ آلِ محمّدٍ بَرائَةٌ مِنَ النّارِوَحُبُّ آلِ محمّدٍ جَوازٌ عَلَى الصِّراطِ وَالولايةُ لآل محمّدٍ امانٌ من العذاب."

"آلِ محمد کی معرفت دوزخ سے برائت اور نجات کا پروانہ ہے۔ آلِ محمد کی محبت پلِ صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ (passport) ہے اور آلِ محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔" (ینابیع المودۃ۔ج۱۔ص۸۷)

اس رابطے کی تصویر کشی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ:

"معرفت >>> محبت >>> اطاعت۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ:

"الحُبُّ فرعُ المَعرفة."

"محبت معرفت کی شاخ ہے۔" (بحار الانوار۔ج ۶۸۔ص ۲۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مطالعے سے بھی پتا چلتا ہے کہ جو کوئی معرفت اور شناخت کی بنیاد پر آپ کی رفاقت اور صحبت اختیار کرتا تھا اُس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی۔ (بحار الانوار۔ج ۱۶۔ص ۱۹۰) یہ بات محبت ایجاد کرنے کے سلسلے میں معرفت کے اثر کی نشاندہی کرتی ہے۔

عشق و محبت پیدا کرنے کے لئے سادہ مراحل سے آغاز کرنا چاہئے اور بعد کے مراحل میں مزید بصیرت اور زیادہ معرفت کے ذریعے اسے گہرا کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ "حب" انسانی سرشت کا حصہ بن جائے اور "محبتِ اہلِ بیت" ایک مسلمان اور شیعہ کے

دین کا جز ہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

" هل الدّينُ الاّ الحُبّ ."

"کیا دین محبت کے سوا کچھ اور ہے۔" (میزان الحکمۃ۔ ج ۲۔ ص ۲۱۵)

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"اَلدّينُ هو الحُبُّ وَالحُبُّ هُو الدّين."

"دین ہی محبت ہے اور محبت ہی دین ہے۔"

(بحار الانوار۔ ج ٦٦۔ ص ۲۳۸)

واضح ہے کہ سچی محبت عمل اور پیروی کا باعث بنتی ہے اور نافرمانی اور مخالفت سے باز رکھتی ہے۔(۱) یہ محبت پیدا کرنے کے لئے لوگوں کی نفسیاتی حالت اور قلبی آمادگی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ محبتِ اہلِ بیتؑ غیر مستعد (نالائق) اور غیر آمادہ دلوں میں جگہ نہیں بناتی۔ جیسے سخت چکنے پتھر پر پانی نہیں ٹھہرتا اور پتھریلی زمین قابلِ کاشت نہیں ہوتی۔

۱۔ اس بارے میں مزید جاننے کے لئے بحار الانوار کی جلد ٦٦ میں صفحہ نمبر ۲۳٦ تا ۲۵۳ پر "راہِ خدا میں حب اور بغض" سے متعلق احادیث کا مطالعہ کیجئے۔

اہلِ بیتؑ کے حقوق اور ہماری ذمے داریاں

متعدد روایات میں مودتِ اہلِ بیتؑ کے علاوہ، ہم پر عائد ہونے والے اہلِ بیت کے حقوق اور خاندانِ پیغمبرؐ کے مقابل ہماری ذمے داریوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اہلِ بیتؑ کی ولایت، محبت، مودت اور نصرت کے بارے میں احادیث کے کئی ابواب موجود ہیں۔ ان حقوق اور ذمے داریوں کی فہرست کچھ یوں ہے:

۱۔ مودت و محبت:

زیارتِ جامعہ میں ہے کہ:

"بِمُوالاتِکم تُقْبَلُ الطّاعۃُ المُفترضۃ ولکم المودّۃُ الواجبۃ."

"آپ کی ولایت کے سبب سے (بارگاہِ الٰہی میں) واجب اطاعتیں قبول ہوتی ہیں اور آپ کی مودت واجب ہے۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک مفصل حدیث میں سلمانؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ کو خطاب کر کے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"اِنَّ مودّۃ اھلِ بیتی مفروضۃٌ واجِبَۃٌ عَلیٰ کُلِّ مؤمِنٍ ومؤمنۃٍ."

"میرے اہلِ بیت کی مودت ہر باایمان مرد اور عورت پر فرض اور واجب ہے۔" (بحارالانوار۔ ج۲۲۔ ص۳۱۵)

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"علیکم بِحُبِّ آلِ نبیّکم فانّہ حقّ اللہ علیکم."

"تمھیں چاہئے کہ اپنے نبی کی آل سے محبت کرو، کیونکہ یہ تم پر عائد ہونے والا خدا کا حق ہے۔" (غرر الحکم۔حدیث ۶۱۶۹)

۲۔ان سے وابستہ رهنا:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"مَن تَمسّکَ بِعِترتی مِن بَعدی کان من الفائزین."

"جو کوئی میرے بعد میرے اہلِ بیت سے وابستگی اختیار کرے گا وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا۔" (اہل البیت فی الکتاب والسنۃ۔ص ۳۶۹)

۳۔ان کی ولایت و رهبری قبول کرنا:

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"لنا عَلَی الناسِ حَقُ الطّاعة و الوِلایة."

"لوگوں پر ہماری اطاعت وولایت کا حق عائد ہوتا ہے۔" (غرر الحکم)

۴۔انهیں دوسروں پر مقدم رکهنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اهلُ بَیتی نُجومٌ لِأهلِ الارضِ، فلا تَتَقَدَّمُوهم وَقَدِّموهم فَهُمُ الوُلاةُ بعدی."

"میرے اہلِ بیت اہلِ زمین کے لئے ستارے ہیں۔پس ان سے آگے نہ بڑھنا بلکہ انہیں آگے رکھنا کہ یہ میرے بعد والی ہیں۔"

(احتجاج طبرسی۔ج ۱۔ص ۱۹۸)

۵۔دینی و دنیاوی امور میں ان کی اقتدا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:

"اَھلُ بیتی یُفرِّقون بین الحقِ والباطلِ وَھُمُ الائمۃُ الّذین یُقتدیٰ بھم."

"میرے اہلِ بیت حق اور باطل کو جدا کرتے ہیں اور وہ ایسے پیشوا ہیں جن کی اقتدا کی جانی چاہیے۔" (احتجاج طبرسی۔ ج ۱۔ص ۱۹۷)

۶۔ان کی تکریم و احترام:

"ایّھا الناس! عَظِّموا اھلَ بیتی فی حیاتی ومِنْ بعدیْ وَ اَکرِمُوھم وفَضِّلُوھم."

"اے لوگو! میرے اہلِ بیت کی تعظیم کرو میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی۔ اُن کا احترام و تکریم کرو اور انہیں دوسروں پر فوقیت دو۔"
(احقاق الحق۔ج ۵۔ص ۴۲)

۷۔اپنے اموال اور آمد نیات میں سے خمس ادا کرو:

سورۂ انفال کی آیت ۴۱ میں خمس کو خدا، رسول اور ذوی القربیٰ کے لئے قرار دیا گیا ہے۔

۸۔ان سے اوران کی ذرّیت سے حسن سلوک اوران سے وابستہ رھنا:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ لَمْ یَقدِرْ عَلیٰ صِلَتِنا فَلْیَصِل صالِحِي مَوالینا یُکْتَبُ له ثوابُ صِلَتِنا."

"جو کوئی ہمارے ساتھ نیکی پر قادر نہ ہو اُسے چاہیے کہ ہمارے دیندار محبوں سے نیکی کرے، تاکہ اسکے لئے ہم سے تعلق اور ہمارے ساتھ نیکی کا ثواب لکھا جائے۔" (ثواب الاعمال۔ص ۱۲۴)

۹۔ان پر درود و سلام بھیجنا:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ صَلّیٰ صَلوۃً لَمْ یُصَلِّ فیھا عَلَیَّ وَلا عَلیٰ اھلِ بیتی لَمْ یُقْبَلْ مِنہ.''

''جوکوئی نماز پڑھے اور اُس میں مجھ پر اور میرے اہلِ بیت پر درود نہ بھیجے' تو ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔'' (احقاق الحق۔ج۱۸۔ص۳۱۰)

۱۰۔ان کا اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرنا:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خیرُ الناس مِن بعدِنا مَن ذاکر اَمرَنا ودعاالی ذِکرِنا.''

''ہمارے بعد لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو ہمارے کام اور ہماری تعلیمات کا ذکر کرے اور لوگوں کو ہمارے ذکر کی دعوت دے۔''

(امالی طوسی۔ص۲۲۹)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''اِنَّ ذِکرَنا مِنْ ذِکر اللہ و ذِکرُ عدوّنا مِن ذِکر الشیطان.''

''ہمارا ذکر خدا کا ذکر ہے اور ہمارے دشمن کا ذکر شیطان کا ذکر ہے۔''

(کافی۔ج۲۔ص۴۹۶)

۱۱۔ان کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کرنا:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجالسِ عزائے اہلِ بیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے:

''اِنَّ تِلکَ المَجالسَ اُحِبُّھافَاَحیُوا امرَنا' اِنّہ مَن ذَکَرنا اوذُکِرنا عندَہ فَخرجَ مِن عَینَیہِ مثلُ جَناحِ الذّبابِ غفر اللہ لہ ذُنوبَہ.''

''ہم اِن مجالس کو پسند کرتے ہیں۔ پس ہمارے امر اور ہماری فکر کو زندہ رکھو۔ بے شک جوکوئی ہمارا ذکر کرے یا اس کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اسکی آنکھ سے پرِ مگس کے برابر بھی آنسو نکل آئے' تو ایسے شخص کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔'' (ثواب الاعمال۔ص۲۲۳)

۱۲۔ان کی قبور مطہر کی زیارت کو جانا:

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اِنَّ لِکُلِّ اِمامٍ عهداً فی عُنُقِ اولیائه وشیعتِهِ' وانّ مِن تمامِ الوفاءِ بالعهدِ زیارةُ قبورهم.''

''ہر امام کی طرف سے اس کے چاہنے والوں اور پیروکاروں کے ذمے ایک عہد و پیمان ہے اور اس عہد و پیمان سے مکمل وفاداری کی علامت قبورِ ائمہ کی زیارت ہے۔'' (من لایحضر الفقیہ۔ج۲۔ص۵۷۷)

قبورِ ائمہؑ کی زیارت اس قدر زیادہ اجتماعی اور تربیتی اثرات کی حامل ہے کہ اسے حج اور خانۂ خدا کی زیارت کے کمال کی علامت شمار کیا گیا ہے۔بکثرت احادیث میں اہلِ بیتؑ اور ائمۂ معصومینؑ کی حیات اور ان کی وفات کے بعد بھی اُن کی زیارت کی تاکید کی گئی ہے۔(۱)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: لوگوں کو اِن پتھروں (خانۂ کعبہ) کی طرف آنے' ان کا طواف کرنے' اس کے بعد ہمارے پاس آنے' ہم سے اپنی ولایت اور وابستگی کی اطلاع دینے اور ہمارے لئے اپنی نصرت کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے۔(وسائل الشیعہ۔ج۱۰۔میزان الحکمۃ۔ج۴۔وغیرہ)

حج کا یہ اجتماعی اور سیاسی پہلو' ائمۂ حق کی نصرت اور اُن سے محبت کے تعلق کی نشاندہی کرتا ہے۔زیارت کا وہ عظیم ثواب جس کا ذکر روایات میں کیا گیا ہے' بالخصوص کربلا اور خراسان کی زیارت' زیارتِ اربعین و عاشورا اور دور و نزدیک سے زیارت' وہ اس مسئلے کی اہمیت کی علامت ہے۔قبورِ ائمہؑ کی زیارت' ائمہؑ کے حوالے سے ہماری ذمے

۱۔زیارت سے متعلق روایات کے لئے اِن کتب سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔بحار الانوار۔ج۹۷ تا ۹۹' من لایحضر الفقیہ۔ج۲' کامل الزیارات' عیون اخبار الرضا۔

داری ہونے کے ساتھ ساتھ، ہمارے دلوں میں اُن کی محبت پیدا ہونے کا باعث بھی بنتی ہے۔(اس بارے میں ہم بعد میں گفتگو کریں گے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"الزّیارةُ تُنبِتُ المَوَدَّةَ."

"زیارت ودیدار، مودت اور دوستی پیدا کرتا ہے۔"

(بحار الانوار۔ ج ۷۱۔ ص ۳۵۵)

محبت پیدا کرنے کے طریقے

ا۔ بچپنے سے پہلے کا دور

وہ عوامل جو ایک انسان کی شخصیت کی تشکیل میں موثر ہوتے ہیں' اُن کا آغاز اسکول میں اس کے داخل ہونے اور معاشرے میں اس کے قدم رکھنے سے بہت پہلے ہو چکا ہوتا ہے۔ان عوامل کا تعلق بچے کی خوراک' ماں کے دودھ' والدین کی شخصیت' ایامِ حمل کے حالات اور نطفے کے قرار پانے وغیرہ جیسے مسائل سے ہوتا ہے۔ ہاں' اس سلسلے میں وراثت کا پہلو بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔

اہلِ دانش' سنجیدہ اور مہذب انسان ایک پاک' شریف' با ایمان' صالح اور کامیاب نسل وجود میں لانے کی خاطر مذکورہ نکات اور باریکیوں کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

ہم بہت سے بزرگانِ دین اور شہدائے اسلام کی سوانح حیات میں پڑھتے ہیں' یا ہم ان کے متعلق سنتے ہیں کہ ان کی مائیں انہیں باوضو ہو کر دودھ پلاتی تھیں۔ جن دنوں یہ افراد اپنی ماؤں کے شکم میں ہوتے تھے' یا وہ انہیں دودھ پلاتی تھیں' اُن دنوں میں وہ اپنے روحانی حالات' غذاؤں' تقریبات میں شرکت اور مطالعے کے لئے کتب کے انتخاب کی جانب خاص دھیان رکھتی تھیں۔ اس دوران ماؤں کا یہ احتیاط اور دھیان بچوں کی شخصیت اور ان کی

عادات واطوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ایامِ حمل اور دودھ پلاتے وقت ماں کونسی آوازیں (ترانوں یا تلاوتِ قرآن، یا نوحوں اور قصیدوں کے کیسٹ) سنتی ہے، کونسی تصاویر اور فلمیں دیکھتی ہے، کیسی تقریبات میں شرکت کرتی ہے، کن لوگوں سے میل جول رکھتی ہے، یہ سب باتیں بچے کی روحانی اور معنوی شخصیت کی تشکیل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ بعض مائیں امام حسین علیہ السلام کے دسترخوان، مجالس کے حصوں اور نذر و نیاز میں دیئے گئے کھانوں کو تبرک کی نیت سے استعمال کرتی ہیں۔ یہ عقیدے اور ایمان بچے میں بھی منتقل ہوتے ہیں۔

خداوند عالم سے صالح فرزند کی دعا کرنا، ولادت کے وقت اس کے کان میں اذان و اقامت کہنا، اس کے لئے اچھا نام منتخب کرنا، (اس بات کے پیش نظر کہ دایہ کا اخلاق بچے میں منتقل ہوتا ہے) اسے دودھ پلانے کے لئے پاک سیرت دایہ کا انتخاب کرنا، بچے کو دریائے فرات کا پانی اور خاکِ شفا چٹانا، اسے قرآنی آیات اور احادیثِ معصومینؑ یاد کرانا، اسے نماز روزے کی تلقین کرنا اور ایسے ہی دوسرے اسلامی آداب و رسوم کا خیال رکھنا، اس بات کی علامت ہے کہ یہ امور بچوں کی عادات واطوار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''میں نے خدا سے خوبصورت اور خوش قامت بچے طلب نہیں کئے، بلکہ میں نے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے ایسے فرزند عطا فرما جو خدا کے اطاعت گزار اور اس سے خوف کھانے والے ہوں تاکہ جب بھی میں انہیں اطاعتِ الٰہی میں مشغول دیکھوں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے۔''

(بحار الانوار۔ج ۱۰۱۔ص ۹۸)

امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی بچوں کے لئے اپنی مخصوص دعا میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تر دینی، روحانی اور اخلاقی خوبیاں اور تقویٰ، بصیرت، اطاعتِ الٰہی، اولیا اللہ سے محبت اور دشمنانِ خدا سے دشمنی جیسی خصوصیات طلب کی ہیں۔

"وَاجعلهم اَبراراً اَتقیاءَ بُصَراءَ سامعینَ مُطیعینَ لک وَلاَ ولیا ئک مُحبّینَ مُناصِحینَ و لجمیعِ اَعْداءِ ک مُعانِدینَ و مُبغِضینَ."

"اور انہیں نیکوکار، پرہیزگار، روشن دل، حق بات سننے والا، اپنا مطیع وفرمانبردار، اپنے دوستوں کا دوست اور خیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن اور بدخواہ قرار دے۔" (صحیفہ سجادیہ۔ دعا نمبر ۲۵)

پس بچپنے کا زمانہ بچوں کی دینی تربیت اور اُن میں خدا اور اُس کے محبوب بندوں سے انس والفت پیدا کرنے کا دور ہے اور اُن میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرنا بھی اس دینی تربیت کا حصہ ہے۔

ہمارا مجالسِ عزائے حسینؑ میں شرکت کرنا اور وہاں ابا عبداللہ الحسینؑ کے سوگ میں اشک بہانا، ائمہؑ اور اہلِ بیتؑ کے اقوال واحادیث سننا، ہمارے اُن بچوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے جو ہماری آغوش میں ہوتے ہیں یا شکمِ مادر میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں۔

محبتِ اہلِ بیتؑ کی جڑیں بچپنے اور شیرخوارگی کے زمانے ہی سے مضبوط ہونے لگتی ہیں اور جوانی اور بزرگسالی میں اس سے کلیاں، پھول اور پھل ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

اس نتیجے کا حصول بچوں کی شیرخوارگی اور نوزائیدگی کے زمانے ہی سے اس جانب والدین کی توجہ اور ان کے طرزِ عمل سے تعلق رکھتا ہے۔

لہٰذا ہمیں معاشرے میں قدم رکھنے والے اپنے بچوں اور جوانوں کی دینی تربیت اور اُن میں خدا کے محبوب بندوں سے محبت والفت کی نشو ونما کی اہمیت اور ضرورت کی جانب متوجہ رہنا چاہیے۔

ہمارے پاس اپنے بچوں اور جوانوں کو محبِّ آلِ محمدؐ اور دوستدارِ اہلِ بیتؑ بنانے کے مختلف طریقے موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ طریقے ذہنی اور نظری (theoretical) پہلو کے حامل ہیں۔ یعنی ایسے موضوعات پر گفتگو کرنا جن کے نتیجے میں خاندانِ پیغمبرؐ کی جانب

کشش اور میلان پیدا ہو۔ اس حوالے سے نمایاں طریقوں میں ان ہستیوں کے فضائل و مناقب، بارگاہِ الٰہی میں ان کے بلند مقام، ان اولیائے الٰہی کی سیرت وسوانح کا بیان اور حتیٰ ان کی شکل وصورت اور ظاہری اوصاف کا تذکرہ شامل ہے۔ انبیاؑ اور ائمہؑ سے منسوب تصاویر کے ذریعے بھی بعض لوگوں میں اُن سے محبت وعقیدت پیدا ہوتی ہے۔

دوسرا پہلو عملی طریقوں پر مشتمل ہے۔ یعنی ایسے پروگراموں کا انعقاد اور مفید نکات پر توجہ جن کے نتیجے میں بچوں اور جوانوں کے دلوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا ہو۔ یہ کام والدین، اساتذہ، تربیتی امور کے ذمے دار علما و دانشور اور نسلِ جواں کے پسندیدہ افراد اچھے طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔

اب ہم ان میں سے کچھ راستے اور طریقے پیش کرتے ہیں:

۲۔ آبِ فرات اور خاک شفا سے تعلق

اہلِ بیتؑ سے تعلق رکھنے والی اشیا اور علامات سے استفادہ ان سے محبت اور دوستی کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔

''عاشورا'' اس گھرانے سے رشتۂ عقیدت کی برقراری کا نمایاں ترین مظہر ہے۔

''شہادت'' اور ''تشنگی'' عاشورا کے دو اہم ترین مظہر ہیں۔

''آبِ فرات'' امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصار واقربا کی تشنگی اور حضرت عباسؑ کی وفا یاد دلاتا ہے۔ جبکہ خاکِ شفا ''ثار اللہ'' کے خون سے گندھی ہوئی مٹی ہے۔ اور ان دونوں میں عاشورا کی ثقافت اور حبِ اہلِ بیتؑ پائی جاتی ہے۔

شیعہ تعلیمات میں جن مذہبی رسوم کو اہمیت دی گئی ہے، اُن میں سے ایک رسم ولادت کے موقع پر بچے کو آبِ فرات اور خاکِ شفا چٹانا ہے۔

یہ عمل بچوں کی ولادت کے وقت ہی سے اہلِ بیتِ رسولؐ اور عاشورا سے ان کا رشتہ جوڑنے کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح یہ عمل یہ رشتہ جوڑنے اور یہ تعلق قائم کرنے کے

لئے ان بچوں کے والدین کے لگاؤ کی علامت بھی ہے۔ یہ آب اور خاک قدرتی طور پر بچے کی سرشت وطینت اور اسکی عادات واطوار پر اثر مرتب کرتی ہے۔ بہت سی احادیث کے مطابق، خداوند عالم نے حسین ابن علیؑ کی قبر مطہر کی خاک میں شفا اور علاج کی خاصیت رکھی ہے (وسائل الشیعہ ۔ج ۳۔ص ۴۱۱، بحار الانوار ۔ج ۹۸۔ص ۱۱۸) اس خاک اور اس پانی میں محبت ایجاد کرنے کا اثر بھی رکھا گیا ہے۔

پس اپنے بچوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ ایجاد کرنے کے عملی طریقوں میں سے ایک طریقہ اس رسم پر عمل کرنا ہے۔ روایات میں بھی اسکی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حَنّکوا اولادَکم بماء الفراتِ.''

''اپنے نومولود کا دَہَن آبِ فرات سے تر کرو۔''

(بحار الانوار ۔ج ۹۷۔ص ۲۳۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی نے سلیمان بن ہارون بجلی سے فرمایا:

''ما اَظُنُّ احداً یُحَنِّکُ بماء الفراتِ الّا احبَّنا اهلَ البیت.''

''میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے آبِ فرات سے اپنے نومولود کا دَہَن تر کیا ہو اور وہ (بچہ) ہم اہلِ بیت کا محبّ نہ ہو۔''

(بحار الانوار ۔ج ۹۷۔ص ۲۲۸، ۲۳۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نہرِ فرات کو جنت کی ایک نہر قرار دیتے تھے، جو خدا پر ایمان لائی ہے اور ایک روز اس میں جنت سے ایک قطرہ آ کر گرا تھا۔

نیز آپؑ نے فرمایا ہے:

''مَن شَرِبَ مِن ماء الفراتِ وَحنَّکَ به فهو محبّنا اَهلَ البیت.''

''جو کوئی آبِ فرات نوش کرے یا اس سے بچے کے دَہَن کو تر کرے، تو یقیناً وہ ہمارے خاندان کا محبّ ہوگا۔'' (بحار الانوار ۔ج ۹۷۔ص ۲۲۸، ۲۳۰)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''اِنَّ اهلَ الكوفةِ لَوْحَنَّكوا اولادَ هم بماء الفراتِ لكانوا شيعةً لنا.''

''اگر اہلِ کوفہ نے اپنے بچوں کے دہن کو آبِ فرات سے تر کیا ہوتا' تو وہ ہمارے شیعہ ہو جاتے۔'' (ایضاً۔ ج ۶۳۔ ص ۴۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''مااحدٌ يَشربُ من ماء الفراتِ وَ يُحنِّكُ به اذا ولَدَ الّا احبَّنا' لِاَنَّ الفراتَ نهرٌ مؤمِنٌ.''

''کوئی ایسا نہیں جس نے آبِ فرات پیا ہو' یا اپنے بچے کے دہن کو آبِ فرات سے تر کیا ہو اور وہ ہمارا محبّ نہ ہوا ہو۔ کیونکہ فرات مومن نہر ہے۔''

(ایضاً۔ ج ۱۰۱۔ ص ۱۱۴)

امامؑ نے بچوں کی ولادت کے موقع پر ان کو خاکِ شفا چٹانے کی بابت حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''حنِّكوا اولادَ كم بتُربةِ الحسينِ' فانّها امانٌ.''

''اپنے بچوں کو خاکِ شفا چٹاؤ' کیونکہ یہ ان کے حفظ وامان کا باعث ہے۔''

(وسائل الشیعہ۔ ج ۱۰۔ ص ۴۱۰۔ بحار الانوار۔ ج ۹۸۔ ص ۱۲۴ اور ۱۳۶)

البتہ روایات میں زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ خاکِ شفا سے علاج کی غرض سے یہ استفادہ اس وقت سودمند ثابت ہو گا جب انسان اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ خداوند عالم نے خاکِ شفا میں یہ منفعت اور خیر کا پہلو رکھا ہے۔ (بحار الانوار۔ ج ۹۸۔ ص ۱۲۳)

پانی یا شربت میں خاکِ شفا کو حل کر کے علاج کی غرض سے اسے پینے یا دوسروں کو پلانے کی یہ رسم' ائمہؑ کے زمانے میں بھی رائج تھی (ایضاً۔ ص ۱۲۱) اور آج بھی مکتبِ اہل بیت کے ماننے والوں میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

۳۔ محبوبیت چاہنے سے استفادہ

ہر انسان چاہتا ہے کہ دوسرے اس سے محبت کریں اور اس پر توجہ دیں۔ لوگوں کو جذب اور مائل کرنے کے لئے ان سے محبت وعقیدت کا اظہار انتہائی موثر واقع ہوتا ہے۔ ہر انسان کی دلی آرزو ہوتی ہے کہ کوئی اہم' معروف اور معتبر ہستی اس سے محبت اور چاہت کا اظہار کرے۔ اور اگر یہ اظہار محبت و پسندیدگی خدا' رسولؐ اور ائمہؑ اطہارؑ کی طرف سے کیا جا رہا ہو' تو کیا کہنے!!

اس بنیاد پر ہمیں لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانا چاہئے کہ اہلِ بیتؑ سے محبت اور ان سے ولایت رکھنے کی وجہ سے انسان خدا اور اس کے رسول کی محبت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی نعمت اس سے بھی بڑھ کر ہو سکتی ہے؟

اس بات کا اظہار کہ ائمہؑ اپنے محبوں سے محبت کرتے ہیں' لوگوں کے دلوں میں ائمہؑ کی محبت پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس بارے میں بکثرت روایات ہیں' ان ہی میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ:

''ایک شخص امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کیفَ اصبَحْتَ؟''

''اے امیر المومنین! آپ پر سلام (اور خدا کی رحمت و برکت) ہو۔ آپ نے کس حال میں صبح کی؟

امامؑ نے سر اٹھا کے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

''اصبحتُ مُحِبّاً لِمُحِبِّنا ومُبغِضاً لِمَن یُبغِضُنا۔''

''میں نے اس حال میں صبح کی کہ اپنے محبّ سے محبت کرتا ہوں اور اس کا دشمن ہوں جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے۔'' (سفینۃ البحار۔ ج ۲۔ ص ۱۷)

باہمی محبت اور خدا اور بندے یا پیغمبر اور امت کے ایک دوسرے سے خوش ہونے کا ذکر ایک سودمند عمل ہے۔ اس بارے میں قرآنِ مجید میں بھی مثالیں پائی جاتی ہیں، جیسے:

"رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡه."

"خدا اُن سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے۔"

(سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۱۱۹، سورۂ توبہ ۹۔ آیت ۱۰۰، سورۂ مجادلہ ۵۸۔ آیت ۲۲، سورۂ بینہ ۹۸۔ آیت ۸)

"فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّهُمۡ وَیُحِبُّوۡنَهٗۤ."

"تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اسکی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی ہے۔" (سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۵۴)

یہ آیات صاحبانِ ایمان، صاحبانِ عملِ صالح، دیندار اور راہِ خدا میں ثابت قدم رہنے والے افراد کے بارے میں ہیں۔

اسی طرح یہ سوال کرنا کہ خدا کن لوگوں سے محبت کرتا ہے؟ اور اس کا یہ جواب دینا کہ محبانِ اہلِ بیتؑ سے۔ اور پھر یہ نتیجہ دینا کہ اہلِ بیتؑ سے مودت کے نتیجے میں انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے خاندانِ پیغمبرؐ سے محبت میں اضافے کا باعث ہے۔

خدا کے منتخب بندوں سے محبت کرنا بھی باعثِ افتخار ہے، اور ان کا محبوب ہونا بھی فضیلت کی بات ہے۔ ہم ائمہؑ کے حرم میں پڑھی جانے والی زیارتِ امین اللہ میں خدا کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ:

"مُحِبَّةً لِصَفۡوَةِ اولیاء ک مَحبوبةً فی أَرضِک و سماء ک."

(مفاتیح الجنان، زیارتِ امیر المومنینؑ، زیارتِ امین اللہ)

"بارالٰہا! ہمیں اپنے برگزیدہ اولیا سے محبت کرنے والا بنادے اور اپنی زمین اور اپنے آسمان پر محبوب قرار دے۔"

اہلِ بیتؑ سے محبت، انسان کو اس گھرانے کا ہم دل وہم ساز بنادیتی ہے اور وہ اس

خاندان کا ایک رکن بن جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمانِ فارسیؓ کو اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دیا اور فرمایا کہ: سلمانُ مِنّا اھلَ البیت (سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب۔ ج۱۔ص ۸۵)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جملہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں بھی فرمایا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فضیل بن یسار (رجال کشی۔ج ۲۔ص ۴۷۳ اور ۳۸۱) اور یونس بن یعقوب (ایضاً۔ص ۶۸۵) کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہیں۔

کسی انسان کا خاندانِ پیغمبر میں شمار کیا جانا اسکے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ محبتِ اہلِ بیتؑ وہ اعزاز ہے جس کے ذریعے ان کا محبّ یہ امتیاز حاصل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں درجِ ذیل دو احادیث پر توجہ فرمایئے، جن میں سے ایک محبت کو اور دوسری تقویٰ اور عملِ صالح کو گروہِ اہلِ بیت کی رکنیت کا ذریعہ قرار دیتی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''مَنْ اَحَبَّنا فھو مِنّا اَھل البیتِ.''

''جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے وہ ہم اہلِ بیت میں سے ہے۔''

(تفسیر عیاشی۔ج ۲۔ص ۲۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مَنِ اتّقیٰ مِنکم وَاَصْلَحَ فھو منّا اھلَ البیت.''

''تم میں سے جو کوئی تقویٰ اختیار کرے اور صلاح و اصلاح کے لئے کوشاں ہو وہ ہم اہلِ بیت میں سے ہے۔'' (ایضاً)

اِس نکتے کی جانب توجہ اہمیت کی حامل ہے کہ تقویٰ اور نیکوکاری کے بغیر صرف محبتِ اہلِ بیتؑ کام نہیں آئے گی اور حقیقی محبت انسان کو اپنے محبوب کا ہمدم، ہم ساز اور ہم رنگ بنا دیتی ہے۔

۴۔شیعہ پر اہلِ بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا

اہلِ بیتؑ کے پیروکار اور اُن کے محبین خاندانِ پیغمبر کی توجہ' عنایات اور قدردانی کا مرکز ہوتے ہیں۔خاندانِ نبوت کی اس محبت' تکریم اور عنایت کی جانب متوجہ رہنا اور اس کی طرف دوسروں کی توجہ مبذول کرانا' دلوں میں ان کی محبت ایجاد کرتا ہے اور پہلے سے موجود محبت میں اضافہ کرتا ہے۔

اہلِ بیتؑ اپنے محبوں کو پسند کرتے ہیں' انہیں پہچانتے ہیں اور انہیں اپنے آپ سے تعلق رکھنے والے درخت کی شاخیں قرار دیتے ہیں۔دنیا میں ان کی مشکلات حل کرتے ہیں' آخرت میں ان کی شفاعت کرتے ہیں اور اپنے محبوں کو کبھی نہیں بھولتے۔

اس بارے میں بھی بہت ساری احادیث موجود ہیں' ہم یہاں چند احادیث بطورِ مثال پیش کرتے ہیں:

☆۔حُذیفہ بن اُسید غفاری کہتے ہیں: جب امام حسن علیہ السلام معاویہ سے صلح کے بعد مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے' تو میں اُن کے ہمراہ تھا۔اُن کے پاس مال واسباب سے لدا ہوا ایک اونٹ تھا' جو ہمیشہ اُن کے ساتھ ساتھ رہتا تھا' کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ایک روز میں نے عرض کیا: اس اونٹ پر کیا لدا ہے جو آپ سے جدا نہیں ہوتا؟

امام نے فرمایا: تمہیں نہیں معلوم کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔امام نے فرمایا: دیوان ہے۔میں نے عرض کیا کس چیز کا دیوان (رجسٹر) ہے؟ فرمایا:

"...دیوانُ شیعتِنافیہ اَسماؤ ھُم."

"ہمارے شیعوں کا دیوان ہے' اس میں ان کے نام درج ہیں۔"

(بحارالانوار۔ج۲۶۔ص۱۲۴)

☆۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا:

"... وَعَرفُنا شیعتنا کَعِرفانِ الرّجُلِ اهلَ بیته."

''ہم اپنے شیعوں کو اُسی طرح پہچانتے ہیں جیسے ایک انسان اپنے اہلِ خانہ کو پہچانتا ہے۔'' (بحارالانوار۔ج ۲٦۔ص ۱۴٦)

☆۔امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم جس کسی کو دیکھتے ہیں پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومنِ حقیقی ہے یا منافق۔ ہمارے شیعہ لکھ دیئے گئے ہیں۔ان کے نام اور ان کے اجداد کے نام جانے پہچانے ہیں۔خدا نے ہم سے اور ان سے عہد لیا ہے کہ جہاں ہم جائیں گے وہاں وہ بھی داخل ہوں گے۔

''اِنَّ شیعَتَنا لمکتوبُونَ مَعْرُوفون بِأسمائِهِم واسماء آبائهم' اَخَذَاللهُ المیثاقَ علینا وعَلَیهِم' یَرِدونَ مَوارِدَناوَیَدخُلون مَداخِلَنا.'' (بحارالانوار۔ج ۲۳۔ص ۳۱۳)

☆امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آیتِ قرآن: وَمِمَّنْ هَدَیْنَاوَاجْتَبَیْنَا. (جنہیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب کیا۔سورۂ مریم ۱۹۔آیت ۵۸) کے بارے میں فرمایا:

''فَهُم وَاللهِ شیعَتُناالّذین هَداهُمُ اللهُ لِمَوَدَّتِناوَاجتَباهُمْ لِدینِنا..''

''خدا کی قسم' یہ ہمارے شیعہ ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہماری مودت اور محبت کی جانب رہنمائی کی ہے اور انہیں ہمارے دین کے لئے منتخب کیا ہے۔'' (بحارالانوار۔ج ۲٦۔ص ۲۲۴)

خاندانِ رسولؐ سے محبت اور اُن کی پیروی ایک ایسی گرانقدر توفیق ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور ہمیں چاہئے کہ اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

ائمہؑ کی اپنے شیعہ پر دوسری عنایت روزِ قیامت شفاعت کی صورت میں ظاہر ہوگی' جس کی جانب وہ احادیث اشارہ کررہی ہیں جو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

☆امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت: اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ (یقیناً انہیں ہماری طرف پلٹ کرآنا ہے۔پھر یقیناً ان کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔سورۂ غاشیہ ۸۸۔آیت ۲۵'۲٦) کے ذیل میں فرمایا ہے:

"اِذٰا کٰانَ یَومَ القِیٰامَةِ جَعَلَ اللّٰهُ حساب شیعَتِنا عَلَینا ...."

"جب روزِ قیامت آئے گا' تو خداوند عالم ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے ذمے کردے گا۔" (بحارالانوار۔ ج ۷۔ ص ۲۰۳)

آپؐ ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

"نَشْفَعُ لِشیعَتِنٰا فَلاٰ یَرُدُّنٰا رَبُّنٰا."

"ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کرتے ہیں اور خداوند عالم بھی ہماری شفاعت کو مسترد نہیں کرتا۔" (بحارالانوار۔ ج ۸۔ ص ۴۱)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَینَمٰا نَکُونُ فَشیعتُنٰا مَعَنا."

"جہاں کہیں ہم ہوں گے' ہمارے پیروکار بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔"

(بحارالانوار۔ ج ۸۔ ص ۴۱)

حتیٰ یہ ساتھ جنت میں داخلے کے وقت بھی پایا جائے ہوگا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

".... وخمسةُ ابوابٍ یَدخُل مِنها شیعتُنٰا وَمُحبّونا."

"جنت کے آٹھ دروازوں میں سے پانچ دروازوں سے ہمارے شیعہ اور محبّ داخل ہوں گے۔" (بحارالانوار۔ ج ۲۔ ص ۲۰۶)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسجد میں شیعوں کے ایک گروہ کو دیکھا' آپؑ اُن کے نزدیک گئے' انہیں سلام کیا اور فرمایا:

"وَاللّٰهِ اِنی لَاُحبُّ ریحَکُم وَارواحکم ... اَنتمُ السّابِقونَ الی الجنّة' قدضَمِنّا لکم الجنانَ بِضَمانِ اللّٰهِ وَرَسُولِه ... اَلاوَاِنّ لِکُلِّ شَیءٍ شَرفًا وَشرفُ الدینِ الشیعةُ' اَلاٰ اِنّ لِکُلِّ شیءٍ عِماداً وَعِمادُ الدّینِ الشیعةُ' اَلاواِنّ لکُل شیءٍ سَیّداً وَ سیّدُ

المجالسِ مجالسُ شیعَتِنا."

"خدا کی قسم! میں تمہاری بو اور تمہاری روح کو پسند کرتا ہوں۔تقویٰ اور جدوجہد کے ذریعے ہماری مدد کرو۔تم خدا کے دین کے مددگار رہو۔تم وہ لوگ ہو جو سب سے پہلے جنت کی طرف جاؤ گے۔ہم نے تمہارے لئے جنت کی ضمانت لی ہے۔ہر چیز کی بزرگی ہوتی ہے اور دین کی بزرگی شیعہ ہیں۔ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون شیعہ ہیں۔ہر چیز کا سردار و رئیس ہوتا ہے اور بہترین مجالس اور ان کی سرور و سردار ہمارے شیعوں کی مجالس ہیں۔"

(بحار الانوار۔ج ۶۵۔ص ۴۳)

☆امام محمد باقر علیہ السلام نے قرآنِ کریم میں ذکر ہونے والے شجرۂ طیبہ کے بارے میں فرمایا: یہ درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔اسکا تنا علی ہیں۔اس کی شاخ فاطمہ ہیں۔اس کے پھل اولادِ فاطمہ ہیں اور اس درخت کے پتّے ہمارے شیعہ ہیں۔جب بھی ہمارے شیعوں میں سے کوئی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے' تو اس درخت کا ایک پتّا گر جاتا ہے اور جب بھی شیعوں کے یہاں کسی کی ولادت ہوتی ہے' تو اس پتّے کی جگہ ایک دوسرا پتّا اُگ آتا ہے۔(بحار الانوار۔ج ۹۔ص ۱۱۲)

☆امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"اِنَّ اللهَ تعالی اِطّلَعَ اِلَی الأرضِ فاختارَناوَاختار لناشیعةً یَنصرونَناو یَفرَحُونَ بِفرَحِنا وَیحزَنُون لِحُزنِنا وَیَبذِلُونَ اَنفُسَهم وَاموالَهُم فینا' فاولئک مِنّاوَاِلَیناوَهُم مَعَنافِی الجِنان."

"خداوندِ عالم نے زمین کی طرف نگاہ ڈالی اور ہمیں چن لیا' اور ہمارے لئے پیروکار منتخب کئے' جو ہماری مدد کرتے ہیں' ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں' ہمارے غم میں غمگین ہوتے ہیں اور ہماری راہ میں اپنی جانوں اور اموال کو خرچ کرتے ہیں۔پس وہ ہم سے اور ہماری طرف سے ہیں اور وہ جنت

میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔'' (میزان الحکمۃ ۔ج ۵۔ص ۲۳۳)

مذکورہ روایات اس گھرانے کے پیروکاروں پر خدا اور اہلِ بیتؑ کی عنایات اور اس محبت اور ولایت کے حامل لوگوں کے ممتاز مقام کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ خاص عنایات جود و کرم کے حامل اس گھرانے سے انسان کی محبت میں اضافہ کرتی ہیں اور ان سے الفت و عقیدت پیدا کرتی ہیں۔

ائمہ اطہارؑ کی نگاہ میں اپنے شیعہ کی قدر و منزلت' اُن کی اپنے محبوں پر خاص توجہ اور محبتِ اہلِ بیتؑ کے چشمے سے سیراب ہونے والوں اور آلِ اللہ سے ولا رکھنے والوں کے لئے خدا کے مقرر کردہ مقام کے بارے میں اس قدر احادیث موجود ہیں جن کا شمار ممکن نہیں اور جنہیں نقل کرنے کے لئے ایک انتہائی ضخیم کتاب درکار ہوگی۔ لیکن ان احادیث کے ایک حصے کے مضامین سے آگہی کے لئے' ہم ذیل میں ان فضیلتوں اور خصوصیات میں سے بعض کے عناوین پیش کرتے ہیں۔(۱)

شیعیانِ علی روزِ قیامت سیراب' رستگار اور کامیاب ہیں۔ شیطان شیعیانِ علی پر مسلط نہیں ہوسکتا۔ شیعیانِ علی شیعیانِ خدا ہیں۔ شیعیانِ علی مغفرت شدہ ہیں۔ شیعہ روزِ قیامت حضرت علیؑ کے ہاتھوں جامِ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ ان کے پیروکار دنیا اور آخرت میں فتحیاب ہیں۔ اگر شیعہ نہ ہوتے تو خدا کا دین مضبوط نہ ہو پاتا۔ یہ بہترین بندگانِ خدا اور صراطِ حق پر ہیں۔ انہوں نے دین اہلِ بیتؑ اپنایا ہے۔ ہمارے شیعہ دوسروں کی نسبت خدا کے عرش اور ہم سے نزدیک تر ہیں۔ ہمارے شیعہ دوسروں پر گواہ ہیں۔ ہم اور ہمارے شیعہ اصحاب الیمین ہیں۔ ہمارے شیعہ ہدایت یافتہ' گرانقدر' صادق اور شیطان کے تسلط سے نجات یافتہ ہیں۔ قیامت کے دن ہمارے شیعہ اپنی قبروں سے نورانی چہروں کے ساتھ

۱۔ ان کثیر احادیث کے متن کے مطالعے کے لئے بحار الانوار کے معجم المفہرس میں لفظ شیعہ کے ذیل میں آنے والی احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔

اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سوار پر آئیں گے۔شیعہ نورِ خدا کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ہماری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ہم بھی منتخب شدہ ہیں اور ہمارے شیعہ بھی۔یہ ہمارے نور کی شعاع سے پیدا کئے گئے ہیں۔خداوند عالم ہمارے شیعہ کو دنیا ہی میں اسکے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔خدا نے ہمارے شیعوں سے میثاقِ ولایت لیا ہوا ہے۔ہم اپنے شیعوں پر گواہ ہیں اور ہمارے شیعہ دوسروں پر گواہ۔ ہمارے شیعہ اپنے گھرانے کی شفاعت بھی کر سکتے ہیں۔شیعہ شہید دوسرے شہدا سے برتر ہے۔ ہمارے باایمان پیروکار پیغمبر کے اقربا ہیں۔۔۔احادیث میں شیعوں کے اور اسی طرح کے سینکڑوں بلند مراتب اور فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔

البتہ یہ اوصاف وفضائل اور اعلیٰ مقامات و مرتبے جس قدر گراں قیمت اور پسندیدہ ہیں اسی قدر وہ زیادہ ذمے داری' فرض شناسی اور دینداری کا تقاضا کرتے ہیں۔تاکہ انسان اس مقام و مرتبے کا اہل بن سکے۔(اس کتاب کے اختتامی نکات پر غور فرمائیے گا)

۵۔حبِ آلِ محمدؐ کی فضیلت بیان کرنا

وہ افراد اور ادارے جو محبتِ اہلِ بیتؑ کی تبلیغ کرتے ہیں اُن کی سرگرمیاں دوسروں کو اس محبت کی جانب مائل کرنے میں موثر ہوتی ہیں۔ایک منصوبہ بندی کے ساتھ محبتِ اہلِ بیتؑ کی فضیلت' اس کی برکات اور اس کے آثار کو مسلسل بیان کرنا چاہئے۔ یہ چیزیں بہر صورت کچھ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان تبلیغات کے نتیجے میں لوگ اس جانب مائل ہوتے ہیں۔اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔مثال کے طور پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ماتَ شهیداً"

"اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ماتَ مغفوراًله"

"اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ماتَ مؤمناًمُستکمِلَ

الأیمان"

"اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ بَشَّرہُ ملکُ الموتِ بالجَنَّة"

"اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ فُتِحَ له فی قبرہ بابان اِلَی الجنَّة"

"اَلاٰ وَمَنْ ماتَ عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ جعلَ اللہُ قَبرہُ مَزارَ ملائکةِ الرّحمة ..."

"جوکوئی حبِ آلِ محمد کے ساتھ مرے وہ شہادت کی موت مرا ہے۔ وہ بخش دیا گیا ہے۔ وہ تائب مرا ہے۔ وہ ایمانِ کامل کے ساتھ مرا ہے۔ ملک الموت اسے جنت کی بشارت دیتا ہے۔ اس کی قبر میں دو کھڑکیاں بہشت کی جانب کھلتی ہیں۔ اس کی قبر خدا کی رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بن جاتی ہے۔"

اس قسم کی بکثرت روایات موجود ہیں جن کا ذکر دلوں کو ہلا کے رکھ دیتا ہے اور لوگوں کو اہلِ بیتؑ کا شیفتہ بنا دیتا ہے۔ روایات میں اس محبت کی فضیلت کے بارے میں کثرت کے ساتھ درجِ ذیل نکات کا ذکر ہوا ہے:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اساس الاسلام حبّی و حبّ اهل بیتی."

"میری اور میرے اہلِ بیت کی محبت اسلام کی اساس ہے۔"

(کنز العمال۔ ج ۱۲۔ ص ۱۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حبّنا اهل البیت نظامُ الدّین."

"ہم اہلِ بیت کی محبت نظامِ دین ہے۔" (امالی طوسی۔ ص ۲۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"مَنْ احبّنا فقد احبّ اللہ و من ابغضنا فقدابغض اللہ."

"جس کسی نے ہم سے محبت کی' اُس نے خدا سے محبت کی اور جس نے ہم سے بغض رکھا' اُس نے خدا سے بغض رکھا۔" (امالیٔ صدوق۔ص ۳۸۶)

زیارتِ جامعۂ کبیرہ میں بھی ہم پڑھتے ہیں کہ:

"مَنْ اَحَبَّکُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللہَ."

"جس نے آپ سے محبت کی' اُس نے خدا سے محبت کی۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"من احبّ ھولاء فقداحبّنی و من ابغضھم فقد ابغضنی."

"جس نے اہلِ بیت سے محبت کی' اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔"

(تاریخِ دمشق۔ترجمۃ الامام الحسین۔ص ۹۱)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انّی لا عَلَم انّ ھذاالحبَّ الّذی تحبّونا لیسَ بشی ء صَنعْتُموہ ولکنّ اللہ صنعہ."

"میں جانتا ہوں کہ یہ محبت جو تم ہم سے کرتے ہو ایسی شئے نہیں ہے جسے خود تم نے وجود دیا ہو' بلکہ اس سے اللہ نے تمہیں نوازا ہے۔"

(المحاسن۔ج ۱۔ص ۲۴۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"حبّنا اھل البیت افضلُ عبادۃ."

"حبِ اہلِ بیت بہترین عبادت ہے۔" (المحاسن۔ج ۱۔ص ۲۴۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کا ارشاد ہے:

''لا تستصغروا مودّتنا، فانّها من الباقیات الصّالحات .''

''ہماری محبت کو معمولی نہ سمجھنا، یہ باقیاتِ صالحات میں سے ہے۔''

(مناقبِ ابن شہر آشوب۔ ج۴۔ص ۲۱۵)

پس جب محبتِ اہلِ بیتؑ کو اس قدر فضیلت حاصل ہے، تو ہمیں چاہیے کہ اپنے دل کو ان کی محبت سے بھر لیں اور ان سے عشق اور عقیدت کا اظہار کریں۔ کیونکہ یہ محبت اور عشق کرنے کے لئے لائق ترین افراد ہیں۔ اگر ہم دل کو ایک ظرف سمجھیں تو اس ظرف کی قدر و قیمت اس محبت سے وابستہ ہے جو اس کے اندر موجود ہے۔ انسان کی قیمت اس عشق سے ہے جو اس کے دل میں بسا ہو۔ جس قدر وہ معشوق اور محبوب گراں قیمت اور بیش بہا ہوگا اتنا ہی انسان بھی قیمتی اور گراں قدر ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اے لوگو! ہمیشہ میرے گھرانے سے محبت رکھو اور اس سے جدا نہ ہو۔ جو کوئی خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس (کے دل) میں ہماری محبت ہو، تو ایسا شخص ہماری شفاعت کے ذریعے جنت میں داخل ہوگا۔

(بحار الانوار۔ ج ۲۷۔ص ۱۹۳)

۶۔ اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا

انسان عموماً اس شخص یا ہستی کو پسند کرتا ہے اور اس سے محبت رکھتا ہے جو اس کی مشکلات حل کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔ لوگوں کے باہمی تعلقات میں یہ مسئلہ انتہائی واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

ہماری مسلسل زندگی جو آخرت تک جاری رہے گی اس میں ہم کہاں پھنستے ہیں اور کہاں کہاں ہمیں مدد کی ضرورت ہوتی ہے؟

موت کے وقت، برزخ میں، قیامت کے دن اور پلِ صراط عبور کرتے ہوئے ہمیں شدت کے ساتھ کسی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس وقت ہم مشکل کا شکار ہوتے ہیں، ہمیں

ایسے مواقع پر محبتِ اہلِ بیتؑ کے کارآمد ہونے سے واقف ہونا چاہئے۔اس بارے میں بھی بہت زیادہ احادیث موجود ہیں،ان ہی میں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند مشہور احادیث درج ذیل ہیں:

”حُبّی وحُبُّ اهلِ بیتی نافعٌ فی سَبعةِ مَواطِنَ اَهوالُهُنَّ عظیمةٌ: عندَ الوفاةِ وفی القبر وعندَ النُّشورِ، وعندَ الکتابِ وعندَ الحسابِ وعندَ المیزانِ و عندالصِّراط.“

”میری اور میرے اہلِ بیت کی محبت سات مقامات پر فائدہ پہنچاتی ہے،وہ سات مقامات جن کی ہولناکی اور ہراس عظیم ہے۔موت کے وقت،قبر میں،قبر سے اٹھائے جانے کے موقع پر،نامۂ اعمال سپرد کرتے وقت،اعمال کے حساب اور جائزے کے وقت،اعمال کا وزن کرتے وقت اور صراط عبور کرتے ہوئے۔“(میزان الحکمۃ۔ج۲۔ص۲۳۷)

”سَأل رَجُلٌ رسولَ اللهِ عَنِ السّاعة، فقال: مااَعْدَدْتَ لها؟قال: مااعدَدْتُ لها کبیراً،اِلّا انّی اُحِبُّ اللهَ ورسولَه. قال: فَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (المرءُ مَعَ مَن اَحبّ) قال انسٌ: فمارأیتُ المسلمینَ فَرِحُوابعدَ الأسلام بِشیءٍ اَشَدَّ مِن فَرَحِهِم بِهذا.“

”ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ قیامت کیا ہے اور کس طرح واقع ہوگی؟آنحضرت نے اس سے پوچھا:تم نے قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے؟اس نے جواب دیا:کوئی خاص اہم چیز تیار نہیں کی ہے،سوائے یہ کہ خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔آنحضرت نے فرمایا:تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو(انسان اس ہستی کے ساتھ محشور ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے)

انس کہتے ہیں:میں نے نہیں دیکھا کہ مسلمان اسلام کے بعد اس کلام سے

زیادہ کسی اور کلام سے خوش ہوئے ہوں۔

(بحار الانوار۔ج ۱۷۔ص ۱۳،' میزان الحکمۃ۔ج ۲۔ص ۲۴۲)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَن اَحَبَّنا کانَ مَعَنا یومَ القیامۃ 'ولو انَّ رَجُلاً اَحَبَّ حَجَراً لَحَشَرَہُ اللہُ مَعَہُ."

"جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے' وہ روزِ قیامت ہمارے ساتھ ہوگا۔ اگر کوئی ایک پتھر سے (بھی) محبت کرتا ہوگا' تو خداوند عالم اسے اس پتھر کے ساتھ محشور کرے گا۔" (بحار الانوار۔ج ۲۷۔ص ۳۳۵)

اہلِ بیتؑ سے محبت وعقیدت رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ ایک عظیم خوشخبری ہے کہ وہ آخرت میں بھی اہلِ بیتؑ کے ساتھ محشور ہوں گے۔

جب محبت اس حد تک مفید اور کارآمد ہے تو آخر کیوں ہم اس دولت سے محروم رہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: موت کے وقت جب تمہاری جان گلے میں پہنچتی ہے' اس وقت تمہیں ہماری محبت کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ اگر تمہارے دل میں ہماری محبت ہوئی تو خوشخبری دینے والا فرشتہ آئے گا اور کہے گا کہ بالکل خوف نہ کھاؤ' تم امان میں ہو۔ (بحار الانوار۔ج ۶۔ص ۱۸۷)

روایات میں محبتِ اہلِ بیتؑ کے بہت سارے آثار کا ذکر ہوا ہے۔ خاص کر آخرت کے مرحلے میں یہ آثار و منافع درج ذیل عنوانات کے تحت جمع کئے جاسکتے ہیں: (۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"حبّنا اھل البیت یکفر الذنوب ویُضاعف الحسنات."

"محبتِ اہلِ بیت گناہوں کے جھڑ جانے اور نیکیوں میں اضافے کا باعث

۱۔ یہ آثار وعناوین محمد محمدی ری شہری کی کتاب "اھل البیت فی الکتاب والسنۃ" سے ماخوذ ہیں۔

ہے۔''(ارشاد القلوب۔ص ۲۵۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''لا یحبّنا عبدٌ حتی یطهر اللهُ قلبه.''

''جس کسی نے ہم سے محبت کی خدا نے اس کے دل کو پاک و پاکیزہ کیا ہے۔''(دعائم الاسلام۔ج ا۔ص ۷۳)

آپؑ ہی نے فرمایا ہے:

''من احبّنا اهل البیت وحقّق حبنا فی قلبه جرَتْ ینابیع الحکمة علی لسانه.''

''جس کسی نے ہم اہلِ بیت سے محبت کی اور اس محبت کو اپنے دل میں رچا بسا لیا' اسکی زبان سے حکمت و دانائی کے چشمے جاری ہو کے رہیں گے۔''

(المحاسن۔ج ا۔ص ۱۳۴)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

''حبّ اهل بیتی و ذرّیتی استکمالُ الدّین.''

''میرے اہلِ بیت اور عترت سے محبت کمالِ دین (کی باعث) ہے۔''

(امالیٔ صدوق۔ص ۱۶۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

''شفاعتی لأ متی مَن احبّ اهلَ بیتی وهم شیعتی.''

''میری شفاعت میری اُمت کے اُن افراد کے لئے ہے جو میرے اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں' اور یہی میرے شیعہ ہیں۔''

(تاریخ بغداد۔ج ۲۔ص ۱۴۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

''اکثر کم نوراً یومَ القیامة اکثر کم حُبّاً لاٰلِ محمّد.''

''روزِ قیامت ان ہی لوگوں کا نور زیادہ ہوگا جو آلِ محمد سے زیادہ محبت کرتے ہوں گے۔'' (بشارۃ المصطفیٰ۔ص ۱۰۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے فرمایا ہے:

''من احبّنا اهل البيت حشره الله تعالىٰ اٰمناً يومَ القيٰمة.''

''جو ہم اہلِ بیت سے محبت کرتا ہے، روزِ قیامت خداوند عالم اسے (اس دن کے خوف سے) امان کے ساتھ محشور کرے گا۔''

(عیون اخبار الرضا۔ج ۲۔ص ۲۲۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:

''اَثبتُكم قَدَماً على الصّراط اشدّ كم حُبّاًلأ هل بيتى.''

''پلِ صراط پر تم میں زیادہ ثابت قدم وہی ہوگا جو میرے اہلِ بیت سے زیادہ محبت کرتا ہے۔'' (فضائل الشیعہ۔ص ۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''والله لا يموتُ عبد يحبّ الله ورسولَه و يتولّى الأئمة (ع) فتمسّهُ النار.''

''خدا کی قسم! جو بھی خدا اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے اور ائمہ کی پیروی کرتا ہے اُسے آتش جہنم نہیں چھو سکتی۔'' (رجالِ نجاشی۔ج ۱۔ص ۱۳۸)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مَن احبّنا اهل البيت فى الله حُشر معنا و اَدخَلناهُ مَعَنا الجنّة.''

''جو خدا کی خاطر ہم اہلِ بیت سے محبت کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ محشور کیا جائے گا اور ہم اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔''

(کفایۃ الاثر۔ص ۲۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اعلیٰ درجات الجنة لِمَنْ اَحَبّنابقلبه و نصر نابلسانه ویده."

"جنت کے اعلیٰ درجات اُسکے لئے ہیں جو ہم سے دلی محبت کرتا ہے اور اپنی زبان اور عمل سے ہماری مدد کرتا ہے۔" (المحاسن۔ج ا۔ص ۲۵۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"مَن ارادَانْ ینجومِن عذابِ القبرِ فلیُحبَّ اهلَ بیتی .... ومن اراددخولَ الجنَةَ بغیر حسابٍ فلیحبَّ اهل بیتی. فو اللهِ ما اَحبَّهم اَحدٌ الا رَبِحَ الدّنیا والاٰخرَة."

"جو شخص عذابِ قبر سے نجات چاہتا ہے' اُسے چاہئے کہ میرے اہلِ بیت سے محبت کرے۔۔۔۔اور جو بغیر حساب کے جنت میں داخلے کا متمنی ہے اسے (بھی) چاہئے کہ میرے اہلِ بیت سے محبت کرے۔خدا کی قسم جس کسی نے اہلِ بیت سے محبت کی وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوا۔"

(مقتل الحسینؑ از خوارزمی۔ج ا۔ص ۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند عالم جس کسی کو میرے اہلِ بیت سے تعلق رکھنے والے اماموں کی محبت ودیعت کرتا ہے' وہ شخص دنیا اور آخرت کی خیر حاصل کرلیتا ہے اور بے شک اُس کا شمار اہلِ جنت میں ہوتا ہے۔اور میرے اہلِ بیتؑ کی محبت میں بیس خصوصیات اور فوائد ہیں' دس دنیا میں اور دس آخرت میں۔(بحارالانوار۔ج ۲۷۔ص ۷۶)

اس محبت کے آثار و برکات پیش نظر ہوں تو انسان اہلِ بیتؑ کا شیفتہ اور عقیدت مند بن جاتا ہے اور اُس کی نظروں میں یہ محبت ایک گرانقدر سرمائے کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔

۷۔محبتِ اہلِ بیتؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا

جب کسی عمل کی جانب ترغیب دلائی جاتی ہے' یا اسے انجام دینے پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور اسے ایک مثال اور نمونے کے بطور پیش کیا جاتا ہے' تو دوسروں میں بھی اس عمل

کی جانب جذب اور کشش پیدا ہوتی ہے۔ وہ افراد جو معاشرے میں اعلیٰ اقدار کو فروغ دیتے ہیں، فن وثقافت کے میدانوں کے ذمے دار ہیں، مقابلوں کا انعقاد اور مختلف کارہائے نمایاں پر اعزازات سے لوگوں کو نوازتے ہیں، اگر یہ سب کے سب افراد چاہیں تو محبتِ اہل بیتؑ کو معاشرے میں ایک قابلِ قدر شئے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

جب ائمہؑ کے بارے میں شعر کہنے، اُن کے حوالے سے کوئی قصہ لکھنے، یا اُن کے بارے میں کوئی کتاب پڑھنے کی وجہ سے کسی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اُسے انعام واعزاز سے نوازا جاتا ہے، تو یہ عمل اُس میں ائمہؑ سے محبت کا باعث بھی ہوتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر اُس میں احساسِ عزت وسر بلندی بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ انعام مجھے اس تعلق کی وجہ سے ملا ہے۔ اس طرح یہ معاملہ اُس کے ذہن میں ایک خوبصورت یاد کے طور پر باقی رہتا ہے جو جذبۂ محبت پیدا کرنے میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

لوگوں کو جس چیز کی جانب رغبت دلائی جاتی ہے اور انہیں جس چیز کے احترام کی تلقین کی جاتی ہے وہ اُسی چیز سے محبت اور عقیدت رکھنے لگتے ہیں۔ اور جس چیز کی جانب سے وہ بے توجہی اور بے اعتنائی کا رویہ دیکھتے ہیں اس سے بے تعلقی اور بے رُخی برتنے لگتے ہیں۔ اس حوالے سے خاص طور پر دوسروں کی موجودگی میں رغبت اور شوق دلانا زیادہ موثر رہتا ہے۔ البتہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ رغبت اور شوق دلانا ''رشوت دینے'' کی سی صورت پیدا نہ کرلے۔

معاشرے میں جس چیز کو اہمیت دی جاتی ہے، لوگ اس کی جانب مائل ہونے لگتے ہیں، اور اُس چیز کے طرفدار فخر وناز کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً جب جوانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کن موضوعات پر شعر پڑھتے ہیں، تو ان کی اکثریت کہتی ہے کہ عشق، بہار، دوستی، زندگی، گل وبلبل وغیرہ کے بارے میں۔ اور جب نوجوانوں اور جوانوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کونسی کتابیں پڑھتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ: رومان، سائنس اور ناول وغیرہ۔۔۔

یعنی بہت مشکل سے ایسے جوان ملتے ہیں جو یہ کہیں کہ ہم خدا، نماز اور ائمہؑ کے

بارے میں شعر پڑھتے ہیں، یا اہلِ بیتؑ اور دین سے متعلق کتب پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اس بارے میں شوق ہی نہیں دلایا گیا ہوتا، وہ ان موضوعات کی جانب رغبت ہی نہیں رکھتے اور ان چیزوں کا مطالعہ اُن کے لئے فخر و ناز کا باعث ہی نہیں ہوتا۔

ہمیں چاہئے کہ ایسا ماحول پیدا کریں کہ اگر کوئی شخص اہلِ بیتؑ کے بارے میں شعر کہے، یا ان کے بارے میں اشعار حفظ کرے، ان کی کوئی حدیث یاد کرے، ان کے بارے میں کوئی کتاب پڑھے، ان کے حوالے سے کوئی قصہ تحریر کرے، کوئی فلم بنائے، کوئی نعرہ تخلیق کرے، یا حتیٰ اس کا نام کسی امام کے نام پر ہو، یا وہ اپنے بچے کا نام ائمہ اہلِ بیتؑ میں سے کسی کے نام پر رکھے، تو وہ اپنے اس عمل پر فخر و ناز محسوس کرے۔ اسے ایک فضیلت کی بات سمجھے اور اسے ایک گراں قیمت چیز تصور کرے۔ محبتِ اہلِ بیتؑ خدا کی خاص نعمت ہے، جو اسکے اہل دلوں ہی میں جگہ بناتی ہے۔ بقول امام رضا علیہ السلام:

''یَهدِی اللهُ لِو لایتنامَنْ اَحبَّ.''

''خدا جس کسی کو پسند کرتا ہے، ہماری محبت کی جانب اس کی رہنمائی کر دیتا ہے۔'' (بحارالانوار۔ ج ۱۶۔ ص ۳۵۶)

عام طور پر جب کسی بچّے کو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، مہدیؑ، حسنؑ اور حسینؑ جیسے نام ہونے کی وجہ سے ان معصومینؑ سے منسوب کسی مناسبت پر انعام حاصل ہوتا ہے، تو یہ عمل اس بچّے کے دل میں ان ناموں اور ان شخصیات سے محبت پیدا کرتا ہے اور دوسروں میں بھی یہ خواہش جنم لیتی ہے کہ کاش ان کا بھی یہ نام ہوتا اور انہیں بھی انعام ملتا۔

اس نکتے پر اس قدر احتیاط کے ساتھ عمل ہونا چاہئے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ نام رکھنے کا شوق پیدا ہو، ایسا نہ ہو کہ یہ نام نہ ہونے کی بنا پر ان میں کوئی بدگمانی، کمپلکس اور احساسِ حقارت پیدا ہو جائے اور کوئی منفی اثر مرتب ہو۔ اہلِ بیتؑ سے محبت کا تعارف ایسی پیاری اور قیمتی شئے کے طور پر کرانا چاہئے کہ یہ محبت رکھنے والا اس پر فخر کرے، اسے معمولی نہ سمجھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے تلقین فرمائی ہے کہ:

"لا تستصغِرُ مودَتنا فانّھامِن الباقیات الصالحات."

"ہم سے محبت اور چاہت کو معمولی نہ سمجھو۔ کیونکہ یہ باقیاتِ صالحات میں سے ہے۔" (بحارالانوار۔ج ۲۳۔ص ۲۵۰)

جب کبھی ذرائع ابلاغ 'ریڈیو' ٹیلی ویژن اخبارات کے ذریعے کسی قابلِ تقلید شخصیت کا تعارف کرایا جاتا ہے (خواہ وہ شخصیت کوئی قاریٔ قرآن ہو' سائنس دان ہو' شاعر ہو' مصور ہو یا کوئی کھلاڑی) تو یہ سامعین' ناظرین' قارئین کو متاثر کرتا ہے اور لوگ اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ جس خصوصیت کی وجہ سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے' وہ خصوصیت لوگوں کی نظر میں بھی اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ ایک حافظِ قرآن کی حوصلہ افزائی لوگوں میں قرائتِ قرآن اور حفظِ قرآن کا شوق پیدا کرتی ہے' کسی سائنسی مقابلے میں کامیاب ہونے والے طالبِ علم کے اعزاز میں تقریب سائنس کی جانب نوجوانوں کے رجحان میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اور ایک فنکار کی حوصلہ افزائی فن کی جانب لوگوں کی رغبت اور رجحان کو بڑھاتی ہے۔

وہ ممتاز افراد' نامور علمی وادبی شخصیات جن کا ذکر بچوں کی نصابی کتب میں ہوتا ہے' بچے اُن سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کے افراد کا انتخاب کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ لوگوں میں کسی محبِّ اہلِ بیتؑ اور انقلابی شاعر کو متعارف کرانا اسے ایک قابلِ تقلید شخصیت کے طور پر پیش کرنے کی مانند ہے اور یہ انسان میں مذہب اور اہلِ بیتؑ کی جانب رجحان پیدا کر دیتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"یا مَعشرَالشیعة!.... عَلِّموااَولادَکُم شِعرَالعَبدیِ فَاِنَّهُ عَلیٰ دینِ الله."

"اے گروہِ شیعہ! اپنے بچوں کو "عبدی" کے شعر سکھاؤ کیونکہ وہ خدا کے دین پر ہے۔" (الغدیر۔ج ۲۔ص ۲۹۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ تلقین کہ شیعہ اپنے بچوں کو عبدی کے اشعار یاد

کرائیں ''عبدی کوفی'' (۱) کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز اور اُس کی شخصیت کی عظمت کا اظہار ہے۔عبدی نے اپنے اشعار میں بھر پور انداز سے فضائلِ اہلِ بیتؑ بیان کئے ہیں۔

''سید حمیری'' جو مخلص شیعہ شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں' کہا کرتے تھے کہ جو کوئی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور اہلِ بیت علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں کوئی ایسی حدیث بتائے' جسے میں نے اپنے کسی شعر میں بیان نہ کیا ہو' میں اسے اپنا یہ گھوڑا بخش دوں گا!!!

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے والدِ گرامی حضرت ابو طالب علیہ السلام کا شمار موحدین اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والے افراد میں ہوتا ہے' انہوں نے آنحضرتؐ کی توصیف میں اشعار کہے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ حضرت ابو طالبؑ کے اشعار کو نقل کیا جائے' انہیں جمع کیا جائے۔ آپؑ فرماتے تھے کہ: انہیں یاد کرو اور اپنے بچوں کو بھی سکھاؤ۔ کیونکہ ابو طالبؑ خدا کے دین پر تھے اور ان کے اشعار میں بہت سا علم و دانش ہے۔

''كَانَ اميرُ المؤمنين (ع) يُعجبُه اَن يُروىٰ شعرُابی طالبِ وَاَنْ يُدَوَّنَ وقال: وَتَعَلَّموه اولادَ كُم ' فانّه كانَ علىٰ دينِ الله وفيه علمٌ كثيرٌ.'' (مستدرک وسائل الشیعہ۔ج۲۔ص ۶۲۵)

ابو الاسود دوئلی کی بیٹی نے جب یہ محسوس کیا کہ خلیفۂ وقت نے اس کے گھر شہد اسلئے بھیجا ہے تا کہ ان کے دلوں سے محبتِ اہلِ بیتؑ کم کر سکے' تو اس نے منہ میں لیا ہوا شہد تھوک دیا اور شہد کھا کر آلِ علیؑ کی محبت سے محروم ہونا پسند نہ کیا۔

والدین' اساتذہ اور تربیتی امور کے نگراں حضرات' ان مسائل میں بہت عمدہ طریقے

۱۔ان کا نام سفیان بن مصعب تھا۔ان کا شمار ممتاز شیعہ شعرا میں ہوتا تھا اور وہ اہلِ بیتؑ کی عنایات اور توجہات کا مرکز تھے۔انہوں نے اہلِ بیت کی مدح اور ان کے مصائب کے بارے میں شعر کہے ہیں۔ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں ہوا کرتے تھے۔

سے رہنمائی کر سکتے ہیں اور نوجوانوں کے رجحانات اور قابلِ تقلید شخصیات کے بارے میں ان کے رُخ کا تعین کر سکتے ہیں۔ حتیٰ اگر ایک بے دین لڑکا یا لڑکی اپنا نام مہدی یا فاطمہ ہونے پر انعام حاصل کرے، تو یہ انعام پانے پر حاصل ہونے والی خوشی بھی اس میں ان ہستیوں سے محبت پیدا کرے گی۔ اگر دینی ایام، یا اہلِ بیتؑ کی ولادت سے مخصوص دنوں میں اس قسم کے انعامات دیئے جائیں، تو یہ عمل ان ہستیوں کی جانب بچوں اور جوانوں کو متوجہ کرنے میں موثر واقع ہوگا۔

شفاعت سے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ روزِ قیامت حضرت فاطمہ زہراؑ شیعوں کی شفاعت کریں گی اور جن لوگوں کی شفاعت کی جائے گی، جب وہ خدا سے اپنی منزلت اور مقام کے بارے میں سوال کریں گے، تو ان سے کہا جائے گا کہ: واپس جاؤ اور جس کسی نے فاطمہ کی محبت میں تم سے محبت کی ہے یا تمہیں کھانا دیا ہے، لباس فراہم کیا ہے، یا پانی پلایا ہے، یا تمہاری عزت و آبرو کی حفاظت کی ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بہشت میں داخل کر دو (بحارالانوار۔ ج۸۔ ص۵۲)

یہ اس محبت کی قدرو قیمت اور روزِ قیامت اس کی تاثیر کی ایک علامت ہے۔

۸۔ تعظیم و تکریم اور تعریف

بچے اور جوان، اپنے اساتذہ کو قابلِ تقلید سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے وہ ان کے انداز و اطوار کی بھی پیروی کرتے ہیں۔ استاد اور مربی کی حرکات و سکنات اور اُس کا طرزِ عمل بالواسطہ (indirect) تعلیم کی صورت میں شاگرد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ رہبرِ معظم حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اساتذہ کے ساتھ ایک ملاقات میں فرمایا:

”عزیز اساتذہ! کلاس میں صرف آپ کا درس دینا ہی نہیں بلکہ آپ کا مخصوص انداز سے دیکھنا، آپ کے اشارے کنائے، آپ کی مسکراہٹ، آپ کا تیوریوں پر بل ڈالنا، آپ کی حرکات و سکنات، آپ کا لباس، یہ سب

چیزیں آپ کے شاگردوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔
جب ہم اپنی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں (اپنا جائزہ لیتے ہیں) اگر ہم اپنے گہرے جذبات واحساسات اور کیفیات کی جڑ تلاش کرتے ہیں تو بالآخر وہاں ہمیں اپنے کسی استاد کی رہنمائی دکھائی دیتی ہے۔ استاد ہے جو ہمیں بہادر یا بزدل، فیاض یا بخیل، فداکار یا خود پرست، اہلِ علم اور طالب علم، مودب وفہمیدہ، یا منجمد اور جامد تفکرات کا اسیر بناتا ہے۔ استاد ہے جو ہمیں متدین، متقی، پاکدامن یا خدانخواستہ بے لگام بناسکتا ہے۔ یہ ہے استاد کا اہم کردار، یہ ہے استاد کی قدر و قیمت، یہ ہے استاد کی تاثیر۔"

بچوں اور نوجوانوں کے سامنے اُن کے سرپرست، والدین اور اساتذہ اہلِ بیتؑ کے بارے میں جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں بچے وہی اپناتے ہیں۔ احترام وعقیدت کے ساتھ ائمہؑ کا نام لینا، ان کا نام لیتے ہوئے درود وسلام زبان پر جاری کرنا، امامِ زمانہؑ کا نام آنے پر کھڑے ہو جانا، اپنے سر پر ہاتھ رکھ لینا، ائمہؑ کے یومِ ولادت پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا، ان کے روزِ وفات پر حالتِ غم واندوہ میں رہنا، ہنسی مذاق اور کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کرنا وہ امور ہیں جو اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس قسم کے مسائل میں بچے اپنے بڑوں کے طرزِ عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ حالت ایک شیعہ کی خصوصیت ہے۔

"شیعتنا خُلِقوا من فاضِلِ طینتنا، یَفرحون لِفرَحنا ویَحزَنون لِحزننا."

"ہمارے شیعہ، ہماری بچی ہوئی مٹی سے خلق کیے گئے ہیں، وہ ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم واندوہ پر غمگین ہوتے ہیں۔"

حد یہ ہے کہ ماں کا ان ہستیوں کے نام لینے کا انداز اور اس موقع پر اس کا لب ولہجہ بھی اپنا اثر رکھتا ہے۔ ایک دفعہ ہم کہتے ہیں امام رضا نے کہا اور ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔

اگر ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی معصوم علیہ صلوات وسلام کا نام سن کر زیرلب ان پر صلوات بھیجیں، تو یہ بھی ایک قسم کی تعظیم ہے اور دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

بڑوں، یعنی اساتذہ اور والدین کا ائمہؑ کے بارے میں اشتیاق اور عقیدت کے ساتھ گفتگو کرنا اور اہلِ بیتؑ اور ان کی محبت کے بارے میں کوئی بات یا قصہ سنانا بھی اثر رکھتا ہے۔ گفتگو کرنے والے اور مبلغ کا عقیدہ اسکی گفتار سے ہم آہنگ ہونا چاہئے اور اسے ایمان، یقین اور شوق وعقیدت کے ساتھ گفتگو کرنی چاہئے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ یہ حالت اس کے سامعین اور اس کے مخاطبین میں بھی منتقل ہوتی ہے۔

احادیث میں بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ جب کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک سنو، ان پر درود بھیجو۔ خود ائمہؑ اسی طرح کیا کرتے تھے اور انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ آنحضرتؐ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کا ذکر کرتے تھے، اور ان کا یہ احساس ان کے مخاطبین میں بھی منتقل ہوتا تھا۔ جب شاعرِ اہلِ بیت ''دعبل'' نے خراسان میں امام رضاؑ کی خدمت میں اپنا معروف قصیدہ پیش کیا اور وہ اس مقام پر پہنچے جہاں مستقبل میں امامِ زمانہؑ کے ظہور اور قیام کا تذکرہ ہوا ہے، تو حضرتؑ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور امام مہدیؑ کا ذکر سن کر ان کے احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور امامؑ کے فرج کے لئے دعا کی۔ (الغدیر۔ ج ۲۔ ص ۳۶۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام مہدیؑ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان کی ولادت ہو چکی ہے؟ امامؑ نے فرمایا: نہیں، لیکن اگر میں نے انہیں پایا تو اپنی پوری زندگی ان کی خدمت میں گزار دوں گا۔ (بحارالانوار۔ ج ۵۱۔ ص ۱۴۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے جب امام مہدیؑ کا ذکر کیا، تو راوی (ام ہانی ثقفیّہ) سے فرمایا: اگر تم انہیں پاؤ تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہوگی۔ (طوبیٰ لکِ ان ادرکتِہ ویا طوبیٰ من ادرکہ) خوش نصیب ہے جو انہیں پائے اور ان کا دیدار کرے۔ (بحارالانوار۔ ج ۵۱۔ ص ۱۳۷)

ہمارے ائمہ علیہم السلام، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اسمائے گرامی انتہائی احترام اور عقیدت کے ساتھ لیا کرتے تھے۔ رسولِ کریمؐ حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ کا بوسہ لیتے، اُن کے احترام میں کھڑے ہو جاتے، اُنہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، اُن کے ہاتھوں اور دَہان پر بوسے لیتے اور بار بار فرماتے کہ تمہارا باپ تم پر فدا ہو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (العوالم ج ۱۱۔ص ۱۳۶)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جس گھر میں محمدؐ، احمدؐ، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہؑ کے نام ہوں، اُس گھر میں فقر داخل نہیں ہوتا۔ (العوالم۔ ج ۱۱۔ص ۵۵۲)

''سکونی'' نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کے دوران جب اُنہیں یہ بات بتائی کہ خدا نے اسے ایک بیٹی عطا کی ہے، تو حضرتؑ نے ان سے پوچھا: تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ اُنہوں نے کہا: فاطمہ۔ امامؑ نے فرمایا: واہ واہ۔ پھر اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اور اسے تلقین کی کہ اب جب کہ تم نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے، تو اسے برا بھلا نہ کہنا اور نہ اسے مارنا پیٹنا۔ (العوالم۔ ج ۷۔ص ۵۵۲ نقل از تہذیب۔ ج ۸۔ص ۱۱۲)

اہلِ بیتؑ کے اسمائے گرامی پر اپنے بچوں کے نام رکھنا، ان ناموں کے دنیوی اثرات و برکات اور اُخروی ثواب پر توجہ دلانا، اس قسم کے نام رکھنے پر اہلِ بیتؑ کی تلقین اور یہ نام بچوں کی شخصیت کی تشکیل اور صورت گری پر جو اثرات مرتب کرتے ہیں وہ ان ہستیوں کے ساتھ محبت و مودت کا تعلق پیدا ہونے میں موثر ہیں۔

حالیہ چند برسوں میں، بعض مناسبتوں، مثلاً ایامِ فاطمیہ، یا یومِ خواتین کے مواقع پر حضرت فاطمہؑ کے حوالے سے پہلے کی نسبت زیادہ مجالس و محافل کا انعقاد ہوتا ہے اور ان ایام کو زیادہ اہتمام کے ساتھ منایا جانے لگا ہے، یہی صورت امامِ زمانہؑ کے حوالے سے بھی ہے۔ یہی وجہ ہے جو ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ کی نسبت اب حضرت فاطمہؑ اور امام مہدیؑ سے محبت اور ان کی جانب توجہ میں اضافہ ہوا ہے۔ بالخصوص جوانوں میں امام حسینؑ کی عزاداری کی جانب رجحان اور ایامِ عزا کی روز افزوں بڑھتی ہوئی رونق کی بنیاد یہی تکریم و ترویج ہے۔

ایسے لوگ جو کسی بھی اعتبار سے افرادِ معاشرہ بالخصوص جوانوں کی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں اور جن کی باتیں، جن کی طرفداریاں، جن کے موقف اور جن کا اندازِ بیان دوسروں کے لئے قابلِ تقلید ہوا کرتا ہے اور جو لوگوں کے لئے رُخ کا تعین کرتے ہیں، اگر ایسے لوگ اہلِ بیتؑ کا تذکرہ کریں اور انتہائی شوق و اشتیاق اور تعظیم و احترام کے ساتھ ان کا نام لیں، تو ان کا یہ عمل دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مثلاً ایک ایسا شخص جو علمی، ادبی، سیاسی اور دینی میدانوں میں شہرت رکھتا ہو، یا آرٹ اور اسپورٹس کی نامور شخصیت شمار ہوتا ہو اور جسے عام لوگوں اور جوانوں کی توجہ حاصل ہو، اگر وہ دین، نماز، شہید، اسلام، قرآن اور اہلِ بیتؑ کا تذکرہ کرے اور اُن کے لئے احترام کا اظہار کرے، تو اس شخص کا یہ عمل ان لوگوں میں بھی اہلِ بیتؑ سے محبت پیدا کرتا ہے جو اُسے قابلِ تقلید اور محبوب سمجھتے ہیں اور اُس کی پیروی کرتے ہیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی منفی باتیں بھی تخریبی اثر رکھتی ہیں۔ مثلاً ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی فرد مغرب اور یورپ کی کسی پروڈکٹ، کسی مکتب و طرزِ فکر، کسی رسم، کسی کتاب، کسی شاعر، کسی ٹی وی پروگرام یا کسی فلم وغیرہ کی تعریف کرتا ہے یا خود کو اس کا طرفدار ظاہر کرتا ہے، تو اس طرح اس چیز کی تبلیغ اور اسکی جانب لوگوں کی رغبت کا سبب بنتا ہے۔ پس بچوں اور نوجوانوں میں پائی جانے والی تقلید اور پیروی کی اس حس سے (جس کے تحت وہ اپنی محبوب شخصیات کی باتوں اور طرزِ عمل کو دیکھ کر انہیں اپناتے ہیں) ہمیں اہلِ بیتؑ اور معصومینؑ کی جانب انہیں لانے کے لئے استفادہ کرنا چاہئے۔

مثلاً امام خمینیؒ کی ایسی تصویر جس میں وہ حرم اور ضریح کا بوسہ لے رہے ہیں اُن کے محبوں میں صاحبِ حرم کے لئے محبت پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ امام خمینیؒ کا عمل اُن کے چاہنے والوں کے لئے قابلِ تقلید ہے اور وہ اس سے اثر لیتے ہیں۔ یا اس نکتے کا ذکر کرنا کہ تفسیر میزان کے مؤلف علامہ محمد حسین طباطبائیؒ حضرت معصومہ ؑقم کی ضریح کا بوسہ لے کر اپنا روزہ افطار کرتے تھے اور جب کبھی گرمیوں میں مشہد تشریف لے جاتے اور آپ سے تقاضا کیا

جاتا کہ مشہد کے نواح میں واقع پر فضا مقام پر ٹھہرئیے' تو آپ قبول نہ کرتے اور فرماتے: ہم امام ہشتم کے سائے سے دور کسی اور جگہ نہیں جائیں گے۔

اس بات کا ذکر کہ حضرت امام خمینیؒ جب قم میں رہا کرتے تھے' تو روزانہ غروبِ آفتاب کے وقت حضرت معصومہؑ قم کی زیارت کرتے تھے اور نجف اشرف میں اپنی اقامت کے دنوں میں ہر شب امیر المومنینؑ کے حرم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔

زیارت کے دوران عظیم تالیف الغدیر کے مئولف علامہ امینیؒ کی خاص حالتوں کا تذکرہ اور شوق کی اُس کیفیت کا بیان جس کا اظہار وہ اہلِ بیتؑ اور حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کرتے تھے اور اشکبار آنکھوں اور قابلِ دید عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت امیرؑ کی زیارت کرتے تھے۔

یا اس بات کی جانب اشارہ کہ آیت اللہ بروجردیؒ نے آستانۂ حضرت معصومۂ قم کو تاکید کی کہ حضرت معصومہؑ کے اعزازی خدام میں اُن کا نام بھی تحریر کریں (اب بھی قم میں بعض مراجع تقلید' اس آستانے کے اعزازی خدمت گار ہیں اور اعزازی خدام کے جلسوں میں شرکت کرتے ہیں)

یا یہ کہ شیخ انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ آپ لوگ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی چوکھٹ کا بوسہ لیا کیجئے تاکہ لوگ آپ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر حضرت ابوالفضلؑ کا اور زیادہ احترام کریں اور ان میں شوق پیدا ہو۔ شیخ انصاریؒ نے کہا تھا کہ: میں ابوالفضل العباسؑ کی چوکھٹ کا بوسہ صرف اسلئے نہیں لیتا کہ یہ ان کی چوکھٹ ہے' بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اُن کے زائرین کی گزرگاہ ہے۔ اور مجھے اپنے اس عمل پر فخر ہے۔۔۔۔ اس قسم کی مثالوں کا ذکر دوسروں کے دلوں کو بھی متاثر کرتا ہے اور ان میں محبت پیدا کرتا ہے۔

حضرت امام خمینیؒ جو لاکھوں دلوں کے محبوب اور ان کے آئیڈیل ہیں' اپنے وصیت نامے میں بار بار یہ کہہ کر کہ "ہمیں افتخار ہے۔۔۔۔" مذہبِ شیعہ کی پیروی' نہج البلاغہ' ائمہ کی حیات بخش دعاؤں' مناجاتِ شعبانیہ' دعائے عرفہ' صحیفۂ سجادیہ' صحیفۂ فاطمیہ کے حامل ہونے'

ائمہ اثنا عشر کی امامت، امام محمد باقر کے وجود اور اپنے مذہب کے جعفری ہونے ۔۔۔ پر فخر و ناز کرتے ہیں۔

جب امام خمینیؒ جیسی عظیم شخصیت ائمہ، مذہب، دعاؤں اور مکتبِ تشیع جیسی باتوں پر فخر و ناز کا اظہار کرتی ہے، تو یہ چیز ان کے عقیدت مندوں پر بھی اثر ڈالتی ہے اور یہ محبت ان کے دلوں میں بھی سرایت کرتی ہے (ہمیں فخر ہے کہ باقر العلوم، تاریخ کی چوٹی کی شخصیت ۔۔۔ ہم میں سے ہے، ہمیں افتخار ہے کہ ائمہ معصومینؑ ۔۔۔ ہمارے امام ہیں، ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری ہے ۔۔۔)

اپنی محبوب ہستیوں کی زبان سے بزرگانِ دین اور اہلِ بیتِ اطہار کا تذکرہ اس انداز سے سننا، سننے والوں میں ان سے محبت پیدا کرتا ہے۔

قدرتی بات ہے کہ گفتگو کے پروگراموں اور تحریروں میں نوجوانوں سے تعلق رکھنے والی خاص زبان اور اندازِ بیان کا لحاظ رکھنا چاہئے اور بچوں کی علمی اور ذہنی سطح کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ خواہ وہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں ہونے والی گفتگو ہو، خواہ گھروں، اسکولوں، مساجد اور امام بارگاہوں میں منعقد ہونے والی میلاد و مجالس کی تقریبات میں ہونے والی گفتگو۔

۹۔ مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم

اہلِ بیتؑ سے منسوب ایام پر بڑوں کا طرزِ عمل بچوں کے ذہن اور ان کی روح پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ جشن یا سوگواری کے مراسم کا انعقاد اور ایسے پروگراموں میں شرکت کرنا اور شرکت کی ترغیب دینا بھی تاثیر رکھتا ہے۔ شعائر کی اس انداز سے تعظیم کے ذریعے دینی اقدار اور ولا و محبت کا تعلق مستحکم ہوتا اور تقویت پاتا ہے۔

ائمہ معصومینؑ بھی اس طریقے سے استفادہ کرتے اور اسکی تلقین کرتے تھے۔ ایامِ عاشورا اور روزِ غدیر جیسی مناسبتوں کی تعظیم و تکریم پیروانِ اہلِ بیتؑ کے لئے خاص اہمیت کی

حامل ہے۔اہلِ بیتؑ نے ان دو مناسبتوں کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔معصومینؑ نے عیدِ غدیر کو ایک عظیم اسلامی عید قرار دیا ہے اور اس دن روزہ رکھنے' عبادت کرنے' ایک دوسرے کو مبارکباد دینے' ایک دوسرے سے ملاقات کو جانے' اظہارِ مسرت کرنے' نیا لباس پہننے اور اس دن کے احترام کا حکم دیا ہے۔تاکہ ایک شیعہ کے ذہن میں یہ دن ایک اہم اور یادگار دن کی حیثیت سے باقی رہے۔(۱)

ایامِ عاشورا میں بھی گھروں' اسکولوں' دفاتر اور بازاروں میں مراسم کا انعقاد متاثر کن ہوتا ہے۔جن گھرانوں میں برسہابرس سے عزاداری کا انعقاد کیا جاتا ہے عام طور پر ان گھروں کے افراد اہلِ بیتؑ کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں اور اس محبت اور ولایت کو ایک گرانقدر سرمایہ سمجھتے ہوئے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

حتیٰ لوگوں کو اہلِ بیتؑ کی راہ میں کھانا کھلانے' ان سے نیکی واحسان کرنے' وقف' نذر اور ہدیہ کرنے جیسی باتوں کو عام کیا جائے تو یہ باتیں بھی لوگوں میں اہلِ بیتِ اطہارؑ کی محبت کو گہرا کرنے میں مددگار ہوں گی۔گھروں میں دینی رسوم کی حفاظت اور اسکولوں اور معاشرے میں انہیں رواج دینا مفید ہوسکتا ہے۔

ان رسوم میں امامِ زمانہؑ کے جشن ولادت کا انعقاد خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس امامِ عصرؑ کی ولادت کی مناسبت سے شوق ایجاد کرنا جو ہمارے لئے حاضر اور ہم پر ناظر ہیں اور ہم ان کی آمد کے منتظر ہیں بہت زیادہ جذباتی اور عشق آفریں پہلو کا حامل ہے۔اس حوالے سے بچوں اور جوانوں میں قدرتی طور پر رجحان پایا جاتا ہے اور نیمۂ شعبان ان کے لئے ایک ناقابلِ فراموش دن ہے۔

۱۔اس بارے میں علامہ امینیؒ کی کتاب الغدیر کی جلد۳ میں ''عید الغدیر فی الاسلام'' کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۔ طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ

لوگ کمال اور جمال کی جانب رغبت رکھتے ہیں۔ انسانوں کا بالخصوص نوجوانی اور جوانی کے دور میں طالبِ کمال ہونا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ وہ عظیم انسانوں اور علم' قدرت اور شہرت کے حامل آئیڈیل افراد کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ لوگوں میں عظیم شخصیات کی جانب رغبت کا احساس پایا جاتا ہے اور وہ ان سے عشق و محبت کا اظہار کر کے اپنی اس حس کی تسکین کرتے ہیں اور اگر ایسے آئیڈیل اور عظیم ہستیاں ان کے ارد گرد موجود نہ ہوں' تو حتیٰ وہ انہیں اپنے تصورات میں تراشتے ہیں۔ حصولِ کمال کے لئے ہیروز اور عظیم ہستیوں کی جانب رغبت کا نظریہ خاص طور پر نوجوانوں اور جوانوں کے درمیان ایک زندہ حقیقت ہے۔ انسان' بالخصوص نوجوانی کے دنوں میں ہمیشہ ہیروز کی تلاش میں ہوتا ہے اور اگر کوئی ہیرو اس کی دسترس میں نہ ہو' تو حتیٰ خیال اور خواب کے عالم میں بھی بہت سے پہلوؤں سے اسے اپنے طرزِ عمل کے لئے نمونہ اور ماڈل بنا لیتا ہے اور اپنے خاص تصور کی بنیاد پر ہیرو سے' اُس کے انداز سے' اُس کی گفتار سے' اُس کے لباس سے' اُس کی وضع قطع سے' الغرض اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے اثر قبول کرتا ہے۔

نوجوان اپنے طرزِ عمل میں اپنے آئیڈیلز کی نقل کرتے ہیں۔ آئیڈیلز اور ہیروز زمین کے خدا ہوتے ہیں۔ انسان ان میں بھی کمال' طاقت اور آسمانی جمال تلاش کرتا ہے یا ان چیزوں کو ان سے منسوب کرتا ہے۔ خود اپنے ہاتھوں سے ایک بت بناتا ہے' اس سے خدائی صفات منسوب کرتا ہے اور پھر اپنے اس خود ساختہ معبود کی پرستش کرتا ہے۔

اب جبکہ ایسا ہے' تو یہ ہیروز اور آئیڈیلز جتنے عظیم الشان' کمال کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے اور بے عیب ہوں گے' اتنے ہی وسیع حلقے کے لئے پُر کشش ہوں گے اور اسی قدر ان سے کی جانے والی محبت اور ان کی جانب کشش تعمیری ہوگی۔

لہٰذا انسانوں میں عظیم شخصیات کی جانب پائی جانے والی اس رغبت سے استفادہ کرنا

چاہئے اور اہلِ بیتؑ کے ذریعے اس خلا کو پر کرنا چاہئے۔ اہلِ بیتؑ جسمانی طاقت‘ روحانی توانائی‘ معجزات و کرامات‘ خدا پر توکل‘ علمِ لدنی اور فضیلت و کمال کے حامل ہونے میں تمام انسانوں سے برتر ہیں۔ وہ خدا کے کمال و جمال کا مظہر ہیں۔

ان کی شجاعت و بہادری‘ ان کے فضائل‘ ان کے کردار‘ ان کے معجزات و کرامات‘ ان کے لوگوں کو شفا بخشنے‘ لوگوں کی مشکلات دور کرنے‘ خدا کے نزدیک ان کے مقامِ شفاعت اور ان سے توسل کرنے والوں کی دعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ ان سے محبت و عقیدت پیدا کرنے میں موثر ہے۔

واعظین اور ذاکرین‘ جو ایامِ عزا میں واقعاتِ کربلا بیان کرتے ہیں اور اہلِ بیتؑ کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کر کے ان کی جانب دلوں کو مائل اور متوجہ کرتے ہیں‘ اگر ان کے مصائب کے ساتھ ساتھ شہدائے کربلا (کے عظیم کردار‘ ان کے مقصد کی بلندی‘ اس مقصد سے ان کی وابستگی اور ان) کی دلیری اور جوانمردی کا تذکرہ بھی کریں‘ تو ان ہستیوں کی محبوبیت میں اور اضافہ ہو جائے۔

کبھی کبھی خود سامعین مقررین سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ امام حسینؑ‘ حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ کی شجاعت اور رزم آوری کا تذکرہ کریں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان آئیڈیل شخصیات کے کردار کے ولولہ انگیز پہلو مخاطب کے ذہن میں ان ہستیوں کے کمال اور جامعیت کی تصویر کشی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ عقیدت میں اضافہ کرتے ہیں۔

البتہ بچوں اور نوجوانوں کے سامنے ایسے ہی معجزات اور کرامات بیان کرنی چاہئیں جو ان کے لئے قابلِ فہم اور قابلِ ہضم ہوں۔

اگر جوان اور بچے ایسے انسانوں سے عقیدت رکھتے ہوں‘ اُن سے اظہارِ محبت کرتے ہوں جو علمی‘ فنی اور ادبی صلاحیتوں کے حامل ہوں‘ جسمانی قدرت‘ شجاعت و بہادری‘ اعلیٰ کردار‘ خوبصورتی‘ سخاوت اور جوانمردی میں بلند سطح کے حامل ہوں‘ تو انہیں بتانا چاہئے کہ اہلِ بیتؑ علم و دانش‘ زہد و عبادت‘ قدرت و طاقت‘ فصاحت و بلاغت‘ سخاوت و فیاضی‘

صورت و سیرت، عبادت و عرفان، جمال و زیبائی، مردانگی وشجاعت، عفوودرگزر، بخشش و احسان، صبر وثبات کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بلند اور بالاتر ہیں۔

آئیڈیلز کے طور پر ان کا تعارف دلوں میں ان کی محبت پیدا کرتا ہے۔

بتائیے وہ کونسا امتیاز، خصلت اور پرکشش اور محبت انگیز فضیلت ہے جو انتہائی اعلیٰ پیمانے اور بالاترین درجے پر اہلِ بیتِ عصمتؑ میں نہ پائی جاتی ہو؟

امام رضا علیہ السلام کی ایک حدیث میں اہلِ بیتؑ کے مکتب اور ان کے مذہب کی توصیف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

''وَاِنَّ مِنْ دینِهمُ الوَرَعُ والعِفَّةُ والصِّدقُ والصَّلاحُ والأ جتهادُ واداءُ الأَمانة اِلَى البَرِّ وَالفاجِرِ وطولُ السّجودِ والقيامُ باللّيلِ واجتنابُ المَحارِمِ وحُسْنُ الصُّحبَةِ وَحُسنُ الجوارِوَبَذْلُ المعروفِ وكفُّ الأذىٰ وَبَسْطُ الوَجهِ والنّصيحةُ والرحمةُ لِلمؤمِنين.''

''پرہیزگاری، پاک دامنی، راست گوئی، شائستگی، جہد وکاوش، اچھے بُرے (ہر شخص) سے امانتداری، طولانی سجود، شب بیداری، حرام سے پرہیز، عمدہ معاشرت، ہمسایوں سے حسنِ سلوک، اچھی بخشش، (دوسروں کو) اذیت و آزار پہنچانے سے اجتناب، خنداں پیشانی، خیر خواہی اور مومنین کے لئے رحمت ائمہ کا دین ہے۔(تحف العقول۔ص ۴۱۶)

زیارتِ جامعہ میں ائمہؑ کے ممتاز اوصاف اور اعلیٰ فضائل کا ذکر آیا ہے۔ان ہی میں سے ہے کہ: جب بھی نیکیوں کا تذکرہ ہو تو آپ ہی سے ان نیکیوں کی ابتدا بھی، اصل بھی، فرع بھی (آپ ہی ان کے) مخزن بھی مرکز بھی اور انتہا بھی۔ اِن ذُکِرَ الخیر کنتم اوله واصله وفرعه ومعدنه وماواه ومنتهاه.

اہلِ بیتِ عصمت وطہارتؑ انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب اور دوستوں میں

بہترین دوست ہیں، جو تمام اخلاقی اور عملی خوبیوں کے حوالے سے بے مثل جامعیت کے حامل ہیں اور جو خوبیاں اچھے لوگوں میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں وہ اہلِ بیتؑ میں یکجا ملتی ہیں اور یہ عشق کرنے اور محبوب بنانے کے لئے بہترین انسان ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں ہے کہ: ثلاثة تورِثُ المحبّة :الدّینُ والتواضُعُ والبَذلُ (تین چیزیں محبت کا باعث ہوتی ہیں۔ دین، انکساری اور سخاوت۔ بحارالانوار۔ ج ۷۵۔ ص ۲۲۹)

ائمۂ شیعہ اور اہلِ بیتِ رسول دین کا محور و مدار بھی ہیں، اپنے بلند مقام و مرتبے کے باوجود فروتنی و انکساری میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں اور سخاوت و دریا دلی میں بھی اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں سرِ فہرست۔

ائمہؑ کے بلند اخلاق کا ذکر اور ان کی انکساری اور فیاضی کا تذکرہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کو اور بڑھاتا ہے۔

ایک دن معاویہ نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی محبّ و عقیدتمند ایک نڈر خاتون "دارمیہ حجونی" کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ: میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ آخر تم کس وجہ اور کس بنیاد پر علی سے محبت اور مجھ سے دشمنی رکھتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں علی سے اس لئے محبت کرتی ہوں اور ان کی ولایت کا دم بھرتی ہوں کہ وہ لوگوں کے ساتھ عدل سے پیش آتے تھے، حقوق کو مساوی تقسیم کرتے تھے، پیغمبر نے ولایت کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا، وہ محروم (ومظلوم) لوگوں کو دوست رکھتے تھے، دینداروں کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور علی کے حق بجانب ہونے کے باوجود تمہارے اُن کے خلاف لڑنے، تمہارے ظلم و ستم، من مانے انداز میں حکومت کرنے اور ظالمانہ فیصلوں کی وجہ سے تم سے دشمنی رکھتی ہوں۔ (بحارالانوار۔ ج ۳۳۔ ص ۲۶۰)

امام علیؑ کے اخلاق اور ان کے کردار نے اس نڈر خاتون کو علیؑ کا محبّ، عقیدت منداور ہمنوا بنایا۔ جی ہاں، فضائل وکمالات ہمیشہ پرکشش ہوا کرتے ہیں۔

۱۱۔ ولی نعمت کا تعارف

جو کوئی ہم پر احسان کرتا ہے یا ہمارے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتا ہے' ہمارے اندر اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے (**الانسان عبید الأحسان**)

اُن احسانات کا تذکرہ' اُن نیکیوں کا ذکر اور اُن نعمات و فوائد کا بیان جو ائمہؑ کی طرف سے ہمیں پہنچتے ہیں اُن سے محبت پیدا کرتا ہے۔ یہ ہستیاں فیضِ الٰہی کا واسطہ ہیں' بارگاہِ الٰہی میں ہماری دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ ہیں' ہماری ہادی و رہنما اور دینی پیشوا ہیں۔ ان ہی کے وسیلے سے ہم خالص توحید' راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔ یہی ہمارے ولی نعمت اور محسن ہیں (بِیُمنِہ رُزِقَ الوریٰ) نعمت کی جانب متوجہ ہونا' اس کی طرف توجہ دلانا اور نعمت عطا کرنے والے کو جاننا اُس سے محبت پیدا کرتا ہے۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ: مجھ سے محبت کرو اور لوگوں میں بھی میری محبت پیدا کرو۔ حضرت موسیٰ نے سوال کیا: بارِ الٰہا! میں خود تو تجھ سے محبت کرتا ہوں' لوگوں کے دل میں (تجھ سے محبت) کیسے پیدا کروں؟ خداوند عالم نے وحی فرمائی: انہیں میری نعمتیں یاد دلاؤ (**فَذَکِّرْھُمِ نِعمتی و آلائی**) (بحار الانوار۔ ج ۱۳۔ ص ۳۵۱' ج ۶۷۔ ص ۲۲)

بہت سی آیاتِ قرآنی اور احادیثِ معصومینؑ میں انسانوں کو عطا کی گئی خدا کی نعمتوں اور اُن پر اس کے احسانات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ انسان میں خدا سے محبت اور اُس کی عبادت و پرستش کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی ہی وحی کی۔ حضرت داؤدؑ نے عرض کیا: میں خود تو تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ **فَکَیفَ اُحَبِّبُکَ اِلیٰ خلقِک؟** (لوگوں کو تیرا محبّ کیسے بناؤں؟) خدا نے فرمایا: **اُذکُرْ اَیادِیَّ عِندَھُم فاِنک اِذا ذَکَرتَ ذلک لَھُمْ اَحبُّونی** (میری نعمتیں یاد دلا کے مجھے ان کا محبوب بناؤ۔ میزان

الحکمۃ۔ج ۲۔ص ۲۲۹، نقل از بحارالانوار۔ج ۱۴۔ص ۳۸)

گھروں میں بھی کبھی کبھی بچوں میں خاندان کے کسی فرد سے محبت پیدا کرنے کے لئے اُس سے کہتے ہیں کہ: یہ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے فلاں چیز خریدی تھی، تمہیں فلاں جگہ گھمانے لے گئے تھے۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے دیئے گئے انعامات اور ان کے حسن سلوک کا تذکرہ بچوں میں اُن سے محبت اور انسیت پیدا کر دیتا ہے۔

ائمہؑ بھی ہمارے اوپر بہت سے حق رکھتے ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھ ہے، بالخصوص معنوی اور دینی تعلیمات و عنایات اسی خاندان کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں اور یہ ہستیاں بندوں پر خدا کے فیض کا واسطہ ہیں۔ ان باتوں کا ذکر کیا جانا چاہئے تا کہ اس کے ذریعے اہلِ بیتؑ سے محبت پیدا ہو۔ زیارتِ جامعہ میں عالمِ تکوین میں ائمہؑ کے رحمت آفریں کردار کے بارے میں ہے کہ:

"بِکُم فَتَحَ اللہُ وبِکُم یَختِمُ وبِکُم یُنزِّلُ الغَیثَ وبِکُم یُمسِکُ السّماءَ اَن تَقَعَ عَلَی الأرضِ اِلّا بأذنہ."

"خدا نے آپ ہی سے کائنات کا آغاز کیا اور آپ ہی پر اختتام کرے گا۔ آپ ہی کے طفیل بارش برستی ہے اور آپ ہی کی وجہ سے آسمان اور زمین اپنی جگہ پر قائم ہیں۔"

ہدایت و رہنمائی اور دین کی تعلیم و تشریح کے سلسلے میں ائمہؑ کے کردار کے بارے میں اس زیارت میں ہے کہ:

"بِمُوالاتِکم عَلَّمَنَا اللہُ مَعالِمَ دینِنا وَاَصلَحَ ما کانَ فَسَدَمِنْ دُنیانا وبِمُوالاتِکم تَمَّتِ الکلمۃُ وعَظُمَتِ النِعمۃُ وَأتلَفتِ الفُرقَۃُ و بِمُوالاتِکُم تُقبَلُ الطّاعَۃُ المُفتَرَضَۃُ."

"آپ کی ولایت ہی کے طفیل میں خدا سے میں نے دین کی روشن تعلیمات حاصل کیں اور میرے دنیا کے بگڑے ہوئے امور کی اصلاح ہوئی۔ آپ

ہی کی ولایت سے کلمہ مکمل ہوا' نعمت کو عظمت ملی اور اختلاف وانتشار الفت ومحبت میں بدلا۔ آپ کی ولایت ہی کے تصدق میں بارگاہِ الٰہی میں واجب اطاعتیں قبول ہوتی ہیں۔"

اہلِ بیت ہمارے معلمِ دین' مرشدِ ہدایت اور رہنمائے حیات ہیں۔ ہمیں توحید اور اسلام انہی کے ذریعے ملا ہے اور اس سلسلے میں ہم ان کے مقروض ہیں۔ ہمیں اس نعمت اور احسان پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس گھرانے سے محبت کرنی چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہلِ بیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے:

"لَولاهُم ماعُرِفَ اللهُ عزّ وجلّ."

"اگر وہ نہ ہوتے' تو خداوند عالم کی شناخت نہ ہوتی۔"

امام خمینی علیہ الرحمہ نے زور دے کر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ: ہمارا دین' ہمارا انقلاب' ہماری کامیابی اور ہماری قوم سب کے سب ابا عبداللہ الحسینؑ اور عاشورا کے مقروض ہیں۔

امام خمینیؒ کے ایسے جملے کہ: یہ سید الشہداء کا لہو ہے جو تمام مسلمان اقوام کے لہو کو جوش میں لاتا ہے' محرم اور صفر نے اسلام کو محفوظ رکھا ہے' سید الشہداء کی جانثاری نے ہمارے لئے اسلام کو باقی رکھا ہے' اگر سید الشہداء کا قیام نہ ہوتا تو آج ہم بھی کامیابی حاصل نہ کر پاتے' سید الشہداء کی شہادت نے مکتب کو زندہ کیا' ایران کا اسلامی انقلاب عاشورا اور عظیم الٰہی انقلاب کا ایک پرتو ہے۔ ان تمام جملوں کا مقصد قوم کو اہلِ بیتؑ کی معنوی عنایات کی جانب متوجہ کرنا ہے۔ اور یہ اس بات کا باعث ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان احسانات کا ممنون اور مقروض سمجھتے ہیں اور ہمارے دلوں میں اولیائے دین کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

ولایت ومحبت کی نعمت عظیم ترین نعمتوں میں شمار ہوتی ہے۔ نعمتوں کو یاد دلاتے اور ان کا تذکرہ کرتے وقت صرف مادّی نعمتوں کے ذکر پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ معنوی

نعمتوں کا ذکر بھی ہونا چاہئے جن میں سے بیشتر ہمیں سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتیں اور ہم اُن سے غافل رہتے ہیں۔ اس طرح ان نعمتوں کی قدر و قیمت بھی پتا چلے گی۔

ہمارا اس گھرانے کی معرفت رکھنا اور ہمارے دلوں کا ان کی محبت سے معمور ہونا خود ایک عظیم بے مثل نعمت ہے۔ خود ائمہؑ نے بھی مختلف مواقع پر اپنے دوستوں کو اس معنوی نعمت کی عظمت اور قدر و قیمت کی جانب متوجہ کیا ہے اور اسے ایک عظیم ترین دولت قرار دیا ہے۔

۱۲۔ اہلِ بیتؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر

لوگ آئیڈیل پرست اور عظیم شخصیات کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا مغرب میں اپنی قومی اور علمی شخصیات کے بارے میں کتابیں اور مقالے تحریر کئے جاتے ہیں، اُن کے بارے میں فلمیں اور اُن کے مجسمے بنائے جاتے ہیں اور اُن کے حوالے سے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تاکہ اِن شخصیات کو ایک آئیڈیل اور ہیرو کے طور پر اپنی قوم کے قلب و ذہن میں جگہ دی جائے۔

لہٰذا اپنے بزرگانِ دین کے بارے میں ہم بھی ایسا ہی کیوں نہ کریں، جو انتہائی صاحبِ فضیلت اور ایسی تکریم کے بہت زیادہ حقدار ہیں؟ اگر لوگ ائمۂ اہلِ بیتؑ کی شخصیت، اُن کے فضائل، اُن کے افکار اور اُن کی تعلیمات سے واقف ہوں اور اُن کے اعلیٰ پائے کے کلمات و فرمودات سے آشنا ہوں، تو ان کے دلوں میں اُن کی محبت پیدا ہوگی اور یہ محبت و عقیدت اُن کی پیروی اور اُن کے ساتھ یکجہتی کا باعث بنے گی۔ امام رضا علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ:

"اِنّ النّاسَ لو عَلِمُوا مَحاسِنَ کلامِنا لَا تّبعُونا."

"اگر لوگ ہمارے کلام کی خوبیوں سے آشنا ہوں گے، تو ہماری پیروی کریں گے۔"

اہلِ بیتؑ کی احادیث کی ترویج اور حفظِ حدیث کے مقابلوں کا انعقاد اس سلسلے میں

انتہائی مفید اقدام ہو گا۔ بعض ناشرانِ کتب کی جانب سے مختلف موضوعات پر ''چہل حدیث'' کے عنوان سے شائع کی گئی کتب اس مقصد کے لئے تجویز کی جاتی ہیں۔ اِن چہل حدیث یا اسی طرح اور احادیث کو حفظ کرنے کا پروگرام بھی اس حوالے سے مفید ہے۔

بچوں اور جوانوں سے گفتگو کے لئے مفاہیم اور موضوعات کا انتخاب انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ائمہؑ کی احادیث میں بہت سے نکات اور معارف موجود ہیں لیکن یہ سب کے سب ایسے نہیں ہوتے جو ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کئے جاسکیں۔ کیونکہ کبھی کبھی یہ سننے والوں کے لئے قابلِ ہضم نہیں ہوتے، بجائے کشش رکھنے کے دفع رکھتے ہیں، اہلِ بیتؑ کے مکتب کی جانب رغبت کا سبب بننے کی بجائے اس سے دوری کا باعث ہوجاتے ہیں اور اذہان کو صاف کرنے کی بجائے ان میں شبہ پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے انتخاب کے لئے بھی ذوق اور عقل و خرد کی ضرورت ہے اور ماحول اور سننے والوں کی صلاحیت کو مدنظر رکھنا ضروری۔ یہ ایک انتہائی اہم نکتہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے جن کا نام ''مُدرِک بن ہزہاز'' تھا، فرمایا: اے مُدرِک! ہمارے دوستوں کو ہمارا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ اس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو لوگوں کے دلوں کو ہماری جانب مائل کرے، ہمارے وہ کلمات انہیں سنائے جنہیں وہ جانتے اور قبول کرتے ہیں اور جن کلمات کا وہ انکار کرتے اور جوان کے لئے ناقابلِ قبول ہوں، انہیں ان کے سامنے بیان نہ کرے۔ (۱)

کوشش ہونی چاہئے کہ جوان اور نوجوان اہلِ بیتؑ کے کلام کی مٹھاس محسوس کریں اور ان کے حکیمانہ کلمات کی گہرائیوں کو سمجھیں، تاکہ ان فرامین کے ذریعے ان کے دلوں میں ان شخصیات سے محبت اور عقیدت پیدا ہو۔ اس حوالے سے قابلِ فہم کلمات، ان کا خوبصورت

۱۔ رَحِمَ اللّٰہُ امرءً اِجتَرَّ مودّۃَ الناسِ اِلینا، فحدَّثَھم بما یَعرِفُون وتَرکَ مایُنکِرون (بحار الانوار۔ ج۲۔ ص۶۸)

اور دلنشیں ترجمہ، مفید موضوعات کا انتخاب اور خوبصورت اور جاذب نظر طباعت موثر ثابت ہوتی ہے۔

افرادِ معاشرہ، جوانوں اور انسانیت تک اہلِ بیتؑ کی تعلیمات کس طرح پہنچائی جائیں؟ یہ ایک قابلِ غور سوال ہے اور اس سلسلے میں فن و ہنر سے استفادہ کیا جانا چاہئے اور نئی نسل کے سامنے ائمہؑ کی تعلیمات پیش کرنے کے لئے جدید طریقوں، فنکارانہ کشش اور موثر اسلوب سے کام لینا چاہئے۔ اس سلسلے میں ذرائع ابلاغ کا کردار خاص اہمیت کا حامل ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم (اس جانب متوجہ ہی نہیں، بلکہ) اکثر ان تقاضوں کے برخلاف عمل کرتے ہیں۔

اہلِ بیتؑ کے فضائل کو دو پہلوؤں سے پیش کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ ان کے بلند درجات، ان کی خلقت، ان کی طینت، ان کی عالی سرشت اور ان کے نورِ الٰہی ہونے وغیرہ کے پہلو سے۔

اہلِ بیتؑ کے فضائل کی یہ قسم، اگرچہ قابلِ قدر ہے اور خدا کے یہاں اُن کے مقام و منزلت کو واضح کرتی ہے لیکن کیونکہ عملی پہلو کی حامل نہیں اور اس میں تاسی کا عنصر نہیں پایا جاتا، اسلئے بہت کم تربیتی اثر اور عملی کشش کی حامل ہے اور بعض اوقات نوجوانوں کے لئے ناقابلِ فہم اور ناقابلِ ہضم ہوجاتی ہے۔

۲۔ اسوۂ عمل بنائے جانے کے قابل اور اہلِ بیتؑ کے کردار کی عملی پیروی کے پہلوؤں سے، نوجوانوں اور جوانوں کو سیرتِ معصومینؑ اور ائمہ علیہم السلام کی زندگی سے آگاہ کرنا انتہائی ضروری اور مفید ہے۔ اس مقصد کے لئے تاریخ سے آگہی سودمند ثابت ہوتی ہے اور اندازِ تحریر کے پرکشش ہونے کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

ائمہؑ کے صبر، ایثار، انکساری، عبادت، شجاعت، اخلاص، جوانمردی، حلم، علم، حسنِ خلق، عفو ودرگزر، سخاوت و فیاضی، ان کی نماز اور روزے کی کیفیت، ان کی تہجد گزاری اور حج اور اسکے مناسک کے دوران ان کی کیفیت کا تذکرہ انتہائی سودمند ہے۔ بالخصوص اہلِ بیتؑ کے

ایسے قصوں کا بیان جن میں وہ نوجوانوں کے ساتھ انتہائی احترام آمیز طرزِ عمل اختیار کرتے نظر آتے ہیں انتہائی متاثر کن ہوتا ہے۔ مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں سے حسنِ سلوک اور انہیں سلام کرنا' یا مومنین کے بچوں کو گود میں لے کر اُن کے بوسے لینا' یا مثلاً امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ایک بوڑھے کو وضو سکھانا وغیرہ۔۔۔

اہلِ بیتؑ کے بچوں کا تعارف اور ان کا پر کشش طرزِ عمل ہمارے بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے' اور اپنے ہی ہم عمر بچوں کا یہ کردار ان میں ان کی جانب اور زیادہ کشش پیدا کرتا ہے۔

نوجوانوں کے دلوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ کا بیج بو کر' عمدہ اخلاقی مثالوں اور سیرتِ اہل بیتؑ کے ذریعے اس بیج کی آبیاری کرنی چاہیئے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے بلکہ پھلے پھولے اور اس سے مزید پھل حاصل ہوں۔ یہ عمل محبت کو مزید گہرا کرتا ہے۔ معتبر اور بنیادی کتب میں اس سلسلے میں جو باتیں نقل ہوئی ہیں انہیں سامنے لانا چاہیئے تاکہ ہماری آج کی نوجوان نسل بھی ان ذخائر سے مستفیض ہو سکے۔

ائمہ' معصومینؑ اور اہلِ بیتؑ کے بارے میں خوبصورت' رواں اور عام فہم اشعار کا انتخاب اور اِن اشعار کو دلنشین اور شیریں انداز میں پڑھنا ان ہستیوں سے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس انتخاب میں معلومات اور ذوقِ لطیف انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس مسئلے میں بھی دوسرے ثقافتی اور تعلیمی پروگراموں کی طرح بچوں کے سن وسال اور ان کی تعلیمی سطح کی خاص نفسیات اور مزاج جیسے نکات پر توجہ ضروری ہے۔

۱۳۔ اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو حیاتِ ائمہؑ سے منسلک کرنا

کسی چیز سے خوش ہونا' اس چیز سے محبت پیدا کرتا ہے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ اہلِ بیت کی شخصیت' ان کا ذکر' ان کی محافل اور مجالس بچوں کے دلوں میں ایک خوش کن یادگار کی صورت میں محفوظ رہیں۔ لہٰذا ہمیں اس انداز سے عمل کرنا چاہیئے کہ اگر ہمارے بچے کسی چیز یا کسی یادگار کو دیکھیں' تو فوراً ہی اُس کا اہلِ بیتؑ سے تعلق اُن کے ذہن میں آئے۔

معصومینؑ کے یومِ ولادت پر جشن کا انعقاد کرنا' خوشی منانا' بچوں میں مٹھائی تقسیم کرنا' انہیں عیدی' تحفے تحائف اور اعزازات دینا بالواسطہ (indirect) اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اسی طرح اہلِ بیتؑ سے منسوب کسی دن گھر یا اسکول میں ایک خوبصورت اور بچوں کا دل پسند پروگرام ترتیب دینا۔ مثلاً اہلِ بیتؑ سے تعلق رکھنے والی کسی مناسبت پر گھر میں مٹھائی لے آنا یا اسکول میں مٹھائی تقسیم کر دینا یا اسی مناسبت سے گھر' مسجد یا محلے ا.. مدرسے میں جشنِ میلاد کا انعقاد کرنا ان مناسبتوں کو ذہن سے اترنے نہیں دیتا اور یہ خوشیاں ان ایام اور اہلِ بیتؑ کے نام اور یاد کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں۔

ایک صاحب بتا رہے تھے کہ ایک روز میں اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ نمازِ جماعت کے لئے مسجد میں گیا۔ دو نمازوں کے درمیان لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اگلی رات میرا بچہ مجھ سے کہنے لگا: ابو! آج مسجد نہیں چلیں گے؟ اس دن کے بعد جب کبھی میں اسے مسجد لیجاتا ہوں' اگر وہاں سے مٹھائی وغیرہ نہ ملے' تو باہر نکل کر لازماً میں اس کے لئے چاکلیٹ خریدتا ہوں' تاکہ مسجد آنے اور ایک پسندیدہ چیز حاصل کرنے کا باہمی تعلق اس کے ذہن سے مٹ نہ پائے اور مسجد اور نماز کے ساتھ اس کی محبت باقی رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الهديّة تُورِثُ المودّة (تحفہ محبت پیدا کرتا ہے۔ بحارالانوار۔ ج ۴۷۔ ص ۱۶۶) اگر یہ تحفہ اہلِ بیتِ عصمت وطہارتؑ سے تعلق رکھتا ہو' تو قدرتی بات ہے کہ اس کے نتیجے میں اُن سے محبت پیدا ہو گی۔

ہر دینی اور مذہبی پروگرام کو بچوں کے لئے پسندیدہ اور پرکشش بنانے کے لئے اس طریقے سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسے نمازِ جمعہ' دعا یا درس کے اجتماع' مذہبی مراسم اور مجالسِ عزا میں شرکت' یا مسجد اور نمازِ جماعت میں شرکت کے لئے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر ائمہؑ سے مخصوص مناسبتوں میں بھی اس طریقے سے استفادہ کیا جائے' تو یہ طریقہ بچوں کے لئے ان پروگراموں کو پرکشش بنانے میں موثر ثابت ہو گا۔

۱۴۔ محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز

محبت پیدا کرنے والے امور سے استفادے کے ساتھ ساتھ نفرت انگیز کاموں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض اوقات کچھ حرکات وسکنات' الفاظ' پروگرام اور انداز محبت کا بندھن قائم نہیں ہونے دیتے' تخریبی اثر مرتب کرتے ہیں اور لوگوں کو دور کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ مثلاً اگر مجالسِ عزا شر کا میں اُکتاھٹ یا بے دلی پیدا کر دیں' یا ان کی آوازیں دوسروں کے لئے باعثِ آزار بن جائیں' ان کا سکھ چین چھین لیں' یا اہلِ بیتؑ سے منسوب محافل اور مجالس میں بچوں سے بدسلوکی کی جائے' اُن کے ساتھ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا جائے' ان سے بے توجہی برتی جائے' انہیں وہاں سے بھگا دیا جائے' یا ایسی مذہبی رسومات زبردستی اور جبری شکل اختیار کر لیں' یا بداخلاق' بدقیافہ' بدصدا' بدسابقہ' بدکردار اور گندے' میلے کچیلے لوگ ایسے پروگراموں کا انعقاد کریں' تو یہ چیزیں محبت پیدا کرنے میں رکاوٹ' بدگمانی اور تنفر کا باعث اور لوگوں کے دور ہونے اور بھاگ جانے کا سبب ہو جاتی ہیں۔

ایک شخص جو انتہائی بھدی اور گوش خراش آواز میں تلاوتِ قرآنِ مجید کیا کرتا تھا' اس کے متعلق سعدی شیرازی نے کہا ہے:

گر تو قرآن بدین نمط خوانی   ببری رونقِ مسلمانی

لہٰذا اہلِ بیتؑ سے محبت پیدا کرنے کی غرض سے' یا اس محبت کو قائم و دائم رکھنے کی خاطر منفی اثر مرتب کرنے والی اور رکاوٹ بننے والی چیزوں کا خاتمہ کرنا چاہئے' تاکہ ایسا جاذبہ اور کشش فراہم ہو جو محبت وعقیدت پیدا کرے۔ جذب کرنے کا طریقہ انتہائی اہم اور حساس ہوا کرتا ہے۔

ایامِ عزا کی راتوں میں' آدھی رات کے بعد مسجد یا امام بارگاہ کے لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے بعض لوگوں کی نیند خراب ہوتی ہے۔ یہ صورتحال اس وقت اور ناگوار ہو جاتی ہے جب کوئی بیمار ہو' یا کسی کے امتحان ہو رہے ہوں۔ اس صورت میں یہ انداز الٹا اثر مرتب کرتا ہے

اور ایسے لوگ عزاداری سے بے زار ہو جاتے ہیں۔
امام خمینیؒ اور رہبرِ معظم آیت اللہ علی خامنہ ای نے دوسروں کے اذہان میں قمہ زنی کے منفی اثرات کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ اسلام اور تشیع کے مفاد میں اس عمل سے اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ یہ عمل بعض لوگوں کے لئے تنفر کا باعث ہوتا ہے، اِسے دیکھ کر وہ عزاداری کی جانب مائل نہیں ہوتے اور یہ چیزیں ہمارے خلاف دشمن کے پروپیگنڈے کا ایک ہتھیار بن جاتی ہیں۔

۱۵۔ روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا

بچوں اور جوانوں میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرنے کا ایک طریقہ، ایسا ماحول اور فضا ایجاد کرنا ہے جس میں بچے خاص روحانی حالت محسوس کرنے لگیں اور بتدریج ان کی روحانی حس بیدار ہو اور وہ اس طرف جذب ہو جائیں۔ کیونکہ اگر بچوں (حتیٰ بڑوں کو بھی) ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اس طرف مائل نہیں ہوتے اور دعا اور توسل کی محفلوں میں شرکت سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان کے لئے اس فضا میں قدم رکھنے کا اہتمام کریں، تو وہ اس جانب مائل ہو جائیں گے۔ مثلاً تعلیمی و تربیتی کیمپس کا انعقاد، زیارتی دوروں کا اہتمام، دینی مجالس، دعا اور توسل کی محفلوں میں شرکت اور دینی شخصیات سے ملاقاتیں اس رشتے اور تعلق کو پیدا کرنے یا اسے تقویت پہنچانے والی چیزیں ہیں۔
سال کے مختلف حصوں، بالخصوص تعطیلات کے دنوں میں جن سیاحتی اور زیارتی کیمپس کا انعقاد کیا جاتا ہے، اور طلبا کو مثلاً قم، شیراز، مشہد، جمکران، مرقدِ امام خمینیؒ اور اسی طرح کے دوسرے مقامات پر لے جایا جاتا ہے، تو انہیں صرف ان عمارتوں اور درودیوار کا تماشائی نہیں بنانا چاہئے بلکہ اس دیدار کے ساتھ ساتھ انہیں فکری اور روحانی غذا بھی فراہم کی جانی چاہئے۔ وہ وہاں سے کچھ باتیں سیکھیں، کچھ سبق لیں اور اس گھرانے کے ساتھ عشق اور عقیدت کا رشتہ قائم کریں۔ اگر ممکن ہو تو اس قسم کے سفر اور کیمپس میں متاثر کن

شخصیات سے ملاقاتیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔

روح پرور محفلوں میں شرکت بھی اسی قسم کی چیز ہے۔ جس طرح ہر اجتماع کا اثر ہوتا ہے اور وہاں موجود افراد کے جذبات واحساسات اور وہاں کی فضا ان اجتماعات میں شریک ہونے والوں پر اثر انداز ہوتی ہے' بالکل اسی طرح محبانِ اہلِ بیتؑ کے اجتماع میں شرکت بھی یہ حس اور حالت ایجاد کرتی ہے۔

مجالسِ عزا اور دعائیہ اجتماعات میں شرکت انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ مجالسِ عزا اور نوحہ خوانی میں محبتِ اہلِ بیتؑ کے مرکز پر جذبات جوش میں آتے ہیں' دل گداز ہوتے ہیں' آنکھوں سے اشک جاری ہوتے ہیں اور گریہ وزاری لوگوں کو خاندانِ پیغمبرؐ سے جوڑتی ہے اور ان سے ان کا تعلق قائم کرتی ہے۔

مجالسِ عزا میں گریہ وزاری دلوں اور جذبات کو لطیف بھی بناتی ہے اور انہیں تقویت بھی پہنچاتی ہے۔ عام حالت یا انفرادی طور ممکن ہے نہ دل غم واندوہ سے بھرے' نہ آنسو آنکھوں سے بہیں اور نہ روح میں حرکت وانقلاب پیدا ہو۔ لیکن جذباتی اور روحانی فضا کے اثرات وہاں موجود افراد کی انفرادی اور اجتماعی حس کو ہم آواز کر دیتے ہیں اور دل کے دروازوں کو کھولتے ہیں۔

اس قسم کی مجالس اگر گھروں' اسکولوں اور محلّوں میں منعقد ہوں اور نوجوان ان کے انعقاد اور ان کے انتظامات میں شریک ہوں' تو اس طرح بھی ان کے اندر محبتِ اہلِ بیتؑ میں اضافہ ہوگا۔

زیارت بھی ایسی ہی چیز ہے۔ جس طرح ایک اعلیٰ صفات' پاک وپاکیزہ انسان سے بالمشافہ ملاقات اس سے ملنے والے لوگوں پر اثر ڈالتی ہے' اسی طرح معصومینؑ کی تربت اور ان کے مقدس مزارات پر حاضری بھی روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اگر محبت اور معرفت ہو' تو ''زیارت کا شوق'' اس کا نتیجہ ہے۔ اور اگر زیارت پر جائیں' تو خود زیارت محبت پیدا کرتی ہے اور زیارت اور محبت ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ محبت کا نتیجہ زیارت ہے

اور زیارت محبت پیدا کرتی ہے۔ مادّی اور جسمانی قربت، روحانی قرابت کا باعث بھی بنتی ہے۔ اور اس کے برعکس اس قسم کے مراکز سے دوری اور گریز روح کو بھی بیگانہ، ناآشنا اور گریزاں بناتا ہے۔ کبھی کبھی حرم اور مزارِ مقدس پر نگاہ پڑتے ہی دل میں محبت اُمڈ پڑتی ہے۔ پس حرم اور نگاہ کی اس ملاقات سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

زیارت میں انسان اولیا اللہ کو سلام کرتا ہے۔ اگر زائر اس بات سے باخبر ہو کہ پیغمبرؐ یا امامؑ یا حرم میں مدفون اہلِ بیتؑ زائر کو دیکھتے ہیں، اُسے پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، تو یہ بات بھی ان ہستیوں کے لئے محبت پیدا کرتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو یہ بات سمجھائی جائے، اُن کے سامنے ان نکات کی وضاحت کی جائے۔

فضول، لاابالی اور غیر ذمے دار افراد کے ساتھ میل جول انسان کی روح میں بھی ایسی ہی صفات پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس معنویت رکھنے والے حضرات، مقدس مراکز اور دینی مراسم میں شرکت انسان کے اندر معنویت کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہے۔

اگر ہمیں بعض لوگ ان چیزوں سے گریزاں نظر آتے ہیں، تو شاید اس کی وجہ ان کی فرومائیگی، احساسِ بیگانگی یا ان کے دل میں محبتِ اہلِ بیتؑ کی تڑپ نہ پایا جانا ہو۔ اور اگر وہ اس محبت کا ذائقہ چکھیں، تو ممکن ہے اس کے مشتاق ہو جائیں۔ بالکل ان لوگوں کی طرح جو ایک مزیدار کھانا اس لئے نہیں کھاتے کہ انہوں نے تاحال اس کا ذائقہ چکھا ہی نہیں ہوتا لیکن جوں ہی وہ اس کھانے کا ایک لقمہ چکھتے ہیں اور انہیں اس کی لذت پتا چلتی ہے، تو پھر ان کا ہاتھ ہی نہیں رُکتا۔ اہلِ بیتؑ کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں بچوں کے لئے معنوی فضا تیار کرنا اسی طرح کی چیز ہے۔ ماحول اپنا بھرپور اثر ڈالتا ہے، خواہ ایک گھر یا اسکول کا ماحول ہو، خواہ ایک ملک اور معاشرے کا۔ لہٰذا کیا حرج ہے اگر ہم ان کیلئے توفیقِ اجباری پیدا کریں جو جذبِ اختیاری کا باعث بن جائے۔

کبھی کبھی ایک گنبد، حرم، یا مسجد پر نظر پڑنا انسان میں اس کے لئے کشش پیدا کر دیتا ہے۔ کیا ہم نہیں سمجھتے کہ مسجدوں اور امام بارگاہوں میں عوام کے لئے پھلوں کے درخت

وقف کرنا اور لوگوں کے لئے ان کے پھلوں سے مفت استفادے کا بندوبست اس تاثیر کا حامل ہوگا؟ یا یہ کہ قدیم زمانے میں بعض مساجد کے احاطے وسیع رکھے جاتے تھے، جنہیں لوگ راہ گزر کے طور پر استعمال کرتے تھے اور کبھی کبھی اسی راہ گزر پر چلتے ہوئے اور نگاہ پڑنے سے لوگ مسجد کی روحانی اور معنوی فضا میں جذب ہوجاتے تھے۔

حتیٰ کسی فلم یا ڈرامے میں ایک مقدس شخصیت، اہلِ بیتؑ کے کسی فرد یا ان سے وابستگی رکھنے والی کسی شخصیت کا کردار ادا کرنے کی وجہ سے انسان میں خودبخود ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کردار ادا کرنے والا فنکار ان ہستیوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اہلِ بیتؑ کے بارے میں روحانی اور معنوی فضا پیدا کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

۱۶۔ کتابوں کا تعارف اور مقالات واشعار تحریر کرنا

بچوں میں پائے جانے والے مطالعے کے شوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اہلِ بیتؑ کے بارے میں تحریر کی گئی اچھی، پُرکشش اور تعمیری کتب سے روشناس کرایا جائے۔ جن کتابوں سے مقابلوں کا انعقاد کریں، یا جنہیں تلخیص کے لئے تجویز کریں، یا مضمون نویسی، شعر، قصوں، حتیٰ مصوری اور خطاطی کے لئے جو موضوع دیں، اگر وہ اہلِ بیتؑ کے بارے میں قلبی جذبات ابھارنے والے ہوں، تو اس سلسلے میں مفید ثابت ہوں گے۔ بچوں کو اس قسم کے کاموں کی طرف لانا یا انہیں عاشورا، ۱۵ شعبان، شبِ قدر، مجالسِ عزا وغیرہ کے حوالے سے یادگار واقعات تحریر کرنے کی ترغیب دینا، اہلِ بیتؑ سے اُن کی محبت اور عقیدت میں اضافے اور تقویت میں مددگار ہوسکتا ہے۔

بچوں میں اِن کتب کے مطالعے کا شوق پیدا کرنے کی خاطر مفید اور پُرکشش کتابوں سے انہیں متعارف کرانے کے لئے خاص ذوق اور موضوع پر مہارت درکار ہے۔

۱۷۔ محبانِ اہلِ بیتؑ کے قصے

اہلِ بیتؑ کی زندگی سے ماخوذ داستانیں، جو جذبات پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور محبت

آفرین بھی ہیں، ان کے علاوہ اہلِ بیتؑ کے عقیدت مند ایسے محبوں کے قصے بھی خاندانِ رسول سے محبت پیدا کرنے میں مفید ہیں جن کی زندگی، جانثاری، ایثار و قربانی، خدمات، حالات اور ان کی زیارات اور توسل میں اس محبت کو محسوس کیا جا سکتا ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت کی داستان، آنحضرتؐ سے اویس قرنی کے عشق، حضرت علیؑ سے ان کے دوستوں اور اصحاب کی گہری محبت، سید الشہداء کے انصار کی آپؑ سے والہانہ محبت، ایسے لوگ جنہوں نے حیاتِ ائمہؑ یا ان کی وفات کے بعد ان کی زیارت کے سلسلے میں عشق و اخلاص کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں مصائب و تکالیف برداشت کیں، اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے محبانِ اہلِ بیتؑ کے خلاف بنی امیہ اور بنی عباس کے مظالم کے باوجود ان کی محبت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہمیشہ اہلِ بیتؑ کے وفادار رہے، وہ لوگ جنہوں نے کربلا کی زیارت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، امام مہدیؑ کے دیدار کے شیفتہ افراد، ان سے وصال کے مشتاق لوگ، اور وہ لوگ جنہوں نے اہلِ بیتؑ کے عشق میں عظیم خدمات اور کار ہائے خیر انجام دیئے، اسی طرح ائمہؑ کے مخصوص اصحاب اور ہمراہیوں کے واقعات اور ایسے ہی بہت سے قصے حیرت انگیز اثرات کے حامل ہیں۔ بالخصوص ایسے بچوں اور نوجوانوں کے لئے جو قصے کہانیاں سننے کے شوقین اور داستانوں میں آئیڈیل تلاش کرتے ہیں، کہانیوں کے ہیروز کو پسند کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ البتہ اس قسم کے قصوں کی زبان جس قدر میٹھی، سادہ اور فنی ہو گی اسی قدر یہ زیادہ پراثر ہوں گے۔

۱۸۔ انجمن سازی

جو پروگرام نوجوان خود سے منعقد کرتے ہیں۔ مثلاً مختلف مناسبتوں سے جشنِ میلاد کا انعقاد، ماتمی دستوں کی تشکیل، مساجد یا عزاخانوں کی صفائی ستھرائی اور سبیلوں کا اہتمام وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اہلِ بیتؑ سے ان کے تعلق کو مضبوط کرنے میں موثر ہیں۔

بچوں میں روحانی آمادگی پائی جاتی ہے۔ان کے ذریعے محلّوں میں خود ان کی انجمنیں بنانی چاہئیں' تاکہ وہ خود ان کی ذمے داری سنبھالیں اور ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو۔

لڑکپن کی سرحدوں میں قدم رکھنے والے بچوں کو اس قسم کے کاموں میں سرگرم کرنے کے لئے ماہِ محرم ایک مناسب ترین موقع ہے۔ کیونکہ عمومی طور پر ماہِ محرم' شعبان اور رمضان میں لوگوں کا رجحان مذہب کی جانب ہوتا ہے۔ لہٰذا بچے بھی دینی مراسم کی جانب راغب ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں بچوں کے اندر از خود پیدا ہونے والی اس حس اور دوسرے دنوں کے لئے بھی اس حس کو باقی رکھنے کے سلسلے میں سنجیدہ عملی کوششوں کی ضرورت ہے۔

ائمہؑ سے منسوب ایام میں پرچم اٹھا کر' نوحہ خوانی کر کے اور اپنی دیگر سرگرمیوں کے ذریعے بچوں میں اپنی شخصیت کا احساس پیدا ہوتا ہے' یہ احساس ان میں ذمے داری اور فرض شناسی کے جذبات ابھارتا ہے اور اہلِ بیتؑ سے ان کا تعلق قائم کرتا ہے۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان سرگرمیوں کے ذریعے انہیں ایک مستقل شخصیت اور علیحدہ حیثیت ملی ہے' وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہیں اور لوگ انہیں اہمیت دینے لگے ہیں۔

پرچم ایک گروہ کے تشخص کی علامت ہے اور وحدت' یکجہتی اور تعلق پیدا کرتا ہے۔ ایک شہید کے بقول:

> ''آدھا میٹر لکڑی اور آدھا میٹر سیاہ کپڑے کے ذریعے سید الشہداء کے بارے میں بے دریغ احساسات کے ایک طوفان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے' جس کی مثال کسی اور جگہ دیکھی ہی نہیں جا سکتی۔ جبکہ لوگوں کو ایک چھوٹے سے اجتماع کی تشکیل کے لئے بھی بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔''

عزاداری کے دستے اور روایتی ماتمی انجمنیں نہ صرف اہلِ بیتؑ اور عاشورا کے پیغام اور اسکی تعلیمات کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہیں بلکہ امام حسینؑ کے محور پر مقدس مقاصد اور مخلصانہ اور عاشقانہ آداب کے ساتھ تنظیم سازی کی ایک مشق ہیں۔

چند تکمیلی نکات

ہم محبتِ اہلِ بیتؑ کی تمام تر اہمیت کے قائل ہیں، لیکن اگر یہ محبت درست انداز میں، فکروشعور اور صحیح تعلیمات کے ساتھ نہ ہو، تو ممکن ہے لوگوں میں ایک طرح کی غفلت، بے توجہی اور افراط پیدا ہو جائے اور اس محبت کے اُلٹے نتائج بر آمد ہوں۔ لہٰذا اس حوالے سے چند نکات کی جانب توجہ ضروری ہے، تاکہ یہ مقدس محبت موثر ثابت ہو اور نقصانات سے محفوظ رہے۔

ا۔ محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا

بچوں اور نوجوانوں کے دل میں محبتِ اہلِ بیتؑ پیدا کرتے ہوئے یک طرفہ پن سے بھی اجتناب کرنا چاہیے اور اُنہیں بھی اس سے پرہیز کی تلقین کرنی چاہیے۔ ہمارا اصل کام محبت کو عمل کے ساتھ مخلوط کرنا ہے۔ تاکہ (عمل، تقویٰ اور پیروی کے بغیر) صرف محبت اور عشقِ اہلِ بیتؑ ان کے محبوں کی گمراہی اور غفلت کا باعث نہ بن جائے۔ اگر محبت اور عمل ساتھ ساتھ نہ ہوں تو یا تو محبت سچی نہیں ہے، یا اس میں عشق اور عقیدت کی تاثیر کو ختم کر دینے والے عوامل کی ملاوٹ ہے۔

اگر محبت سچی اور صدقِ دل کے ساتھ ہو، تو محبوب اور محبّ کو ہم رنگ اور ہمراہ بنا دیتی

ہے۔محبت چاہے خدا کے ساتھ ہو' پیغمبرؐ کے ساتھ ہو' ائمہؑ کے ساتھ ہو یا کسی بھی دوسرے شخص کے ساتھ' اگر سچی اور حقیقی ہو'تو محبّ کو محبوب کی مخالفت' اسکی ناراضگی اور اسکی خواہش' رضا اور رغبت کے منافی عمل سے باز رکھتی ہے۔ اگر ہم کسی سے عشق اور محبت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے عمل انجام دیں جو ہمارے محبوب کے لئے تکلیف اور دکھ کا باعث ہوں' تو ہم عاشق اور محبّ نہیں بلکہ اس عشق اور محبت کے جھوٹے دعویدار ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے (اپنے ایک صحابی) مفضل سے گفتگو کے دوران محبتِ اہلِ بیتؑ کے حوالے سے شیعوں کی گروہ بندی کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ محبتِ اہلِ بیتؑ کے سلسلے میں لوگوں کے محرکات بھی مختلف ہوتے ہیں' اہلِ بیتؑ کے حقیقی محبّ گروہ کا تعارف کرایا ہے' فرماتے ہیں:

''.... وَفِرقَةٌ اَحَبُّونا وَحَفِظُوا قولَنا وَاطاعُوا اَمْرَنا وَلَمْ يُخالِفوا فِعْلَنا' فَاولئک مِنّا وَنَحنُ منهم.''

''۔۔۔ایک گروہ ہم سے محبت کرتا ہے' ہمارے کلام کی حفاظت کرتا ہے' ہمارے فرمان کی پیروی کرتا ہے' اپنے عمل سے ہماری مخالفت نہیں کرتا۔ یہی لوگ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں۔'' (تحف العقول۔ص ۵۱۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے محبتِ خدا کے دعوے کے بارے میں فرمایا ہے:

تَعْصِي الالهَ وَاَنْتَ تُظهِرُ حُبَّهُ   هذا مَحالٌ فی الفِعالِ بَدیعٌ
لَوْ کانَ حُبُّکَ صادِقاً لَاَطَعْتَهُ   اِنَّ المُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطیعٌ

''خدا کی نافرمانی کرتے ہو اور اس سے اظہارِ محبت بھی کرتے ہو۔ یہ محال ہے اور ایک نئی بات ہے۔ اگر تمہاری محبت سچی ہوتی' تو اُس کی اطاعت کرتے۔ کیونکہ عاشق اپنے معشوق کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔''

(بحار الانوار۔ج ۷۰۔ص ۱۵)

خدا سے اظہارِ محبت اسکی اطاعت اور اسکے احکام کی پیروی کے ساتھ ہونا چاہئے نہ کہ

اس کی نافرمانی اور اس کے فرامین کی مخالفت کے ساتھ۔ کیونکہ سچی محبت کا نتیجہ محبوب کی اطاعت ہوا کرتا ہے۔ اہلِ بیتؑ سے محبت کا دعویٰ اور گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب ایک دوسرے سے متضاد باتیں ہیں۔ لہٰذا یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ اگرچہ ہمارا دین حب اور محبت کا دین ہے لیکن سچی محبت ہمرنگی اور ہم آہنگی کا باعث ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے جب دو افراد میں محبت ہوتی ہے، تو اس محبت کی بنیاد پر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں، ایک دوسرے کو رنجیدہ کرنے اور ایک دوسرے کی مخالفت سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ ان کے درمیان قائم محبت اور دوستی کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔

امام رضا علیہ السلام کی ایک حدیث، اسی نکتے کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ محبتِ اہلِ بیتؑ کے بھروسے پر عملِ صالح کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ''جب علی ہیں تو کیا غم'' جیسے الفاظ منہ سے نکالنے لگیں۔

> ''لا تَدَعُوا العَمَلَ الصّالحَ والأجتهادَ فی العبادةِ اِتّکالاً علیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ولا تَدَعُوا حُبَّ آلِ محمّدٍ والتسلیمَ لِأ مرِهِمُ اِتّکالاً عَلَی العبادة، فإنّهُ لایُقبَلُ أحدُ هُمادونَ الآخرِ.''
>
> ''عملِ صالح اور بندگیٔ رب میں کوشش کو اہلِ بیت کی محبت کے بھروسے پر ترک نہ کرنا اور اہلِ بیت کی محبت اور ان کی اطاعت کو عبادت کے بھروسے پر نہ چھوڑنا۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔'' (بحارالانوار۔ ج ۷۵۔ ص ۳۴۷)

جی ہاں، محبتِ اہلِ بیتؑ کے موثر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عملِ صالح اور خدا کی بندگی کے ہمراہ ہو۔ (۱)

۱۔ محبتِ اہلِ بیتؑ سے متعلق احادیث کے مطالعے کے لئے کتاب میزان الحکمۃ۔ ج ۳۔ ص ۲۳۵ ملاحظہ فرمائیں۔ اسکے علاوہ محمد محمدی ری شہری ہی کی تالیف ''اہل البیت فی الکتاب والسنۃ'' بھی اس سلسلے میں ایک عمدہ ماخذ ہے۔

اہلِ بیتؑ سے عشق نیکیوں اور نیکوکار افراد، عملِ صالح اور صالحین کے ساتھ محبت کے ہمراہ ہونا چاہیئے۔ یہ سچی محبت کی نشانی ہے۔ امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام، مناجاتِ محبین میں خداوند عالم سے خدا کی محبت، خدا کے محبوں کی محبت اور ہر اس عمل سے محبت کی درخواست کرتے ہیں جو بندے کے لئے قربِ الٰہی کا باعث ہو۔

"اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَحُبَّ کُلِّ عَمَلٍ یُوصِلُنی اِلیٰ قُرْبِکَ." (مناجاتِ خمس عشرہ۔ مفاتیح الجنان)

"میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اُسکی محبت کا اور ہر اُس عمل سے محبت کا جو مجھے تیرے قرب سے ملادے۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ اَحبّنافَلْیَعْمَلْ بِعَمَلِناوَلْیَتَجلبَبِ الوَرَع."

"جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہئے کہ ہماری طرح عمل کرے اور پرہیزگاری کو اپنا لباس قرار دے۔" (تنبیہ الخواطر۔ ج۲۔ ص۱۷۶)

محبت اور شیعیت کے ثبوت کے لئے عملی اتباع اور پیروی ضروری ہے اور شیعہ کے تو معنی ہی ہیں پیروکار اور نقشِ قدم پر چلنے والا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ:

"اِنَّ شیعَتَنامَنْ شَیَّعَناوتَبِعَنا فی اَعْمالِنا."

"یقیناً ہمارے شیعہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے اعمال میں ہماری اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔" (میزان الحکمۃ۔ ج۵۔ ص۲۳۲)

امامِ زمانہ علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ:

"فَلْیَعْمَلْ کُلُّ امْرِءٍ مِنکم مایَقْرُبُ به مِنْ مَحبّتِناوَلْیَتَجَنَّبْ ما یُدْنیه مِنْ کَراهَتِناوسَخَطِنا ..."

"تم میں سے ہر ایک وہ عمل انجام دے جو اسے ہماری محبت سے نزدیک

کرے، اور ہر اس چیز سے گریز کرے جو ہماری ناراضگی اور غضب کا موجب ہو۔۔۔" (احتجاجِ طبرسی۔ج۲۔ص۵۹۹)

پس یہ ہمارے اچھے یا برے اعمال ہوتے ہیں جو ہمیں اہلِ بیتؑ سے نزدیک یا اُن سے دور کرتے ہیں اور ہم اُن کی نظروں میں محبوب یا قابلِ نفرت بنتے ہیں۔ محبت دل میں بھی ہوتی ہے اور زبان پر بھی جاری ہوتی ہے اور انسان کے عمل سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ حدیث جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ: بعض لوگ تمہیں صرف دل سے چاہتے ہیں، بعض تمہارے قلبی اور زبانی محبّ ہیں اور بعض دل سے بھی تم سے محبت کرتے ہیں اور زبان سے بھی تمہاری مدد کرتے ہیں اور اپنی تلواروں سے بھی تمہاری نصرت کو بڑھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی جزا اس (پوری) امت کی جزا کے برابر ہے۔ (بحار الانوار۔ج۳۹۔ص۲۸۸)۔ یہ حدیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ محبت عملی پہلو بھی رکھتی ہے اور یہی محبت کی سچائی جاننے کا پیمانہ ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کا اس بات پر زور دینا کہ شیعوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اچھے عمل اور کردار کے ذریعے ان کے لئے زیب وزینت کا سبب بنیں، اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے شرمندگی کا باعث اور ان کے نام پر دھبہ نہ بنیں خاندانِ عصمت وطہارت سے اسی عملی محبت کی جانب اشارہ ہے۔ اس سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"معاشر الشیعه ! کونوا النازَ یناوَلاَ تکُونوا علینا شیناً."

"اے گروہِ شیعہ! ہمارے لئے زینت بنو بدنامی اور شرمندگی کا باعث نہ بنو۔" (بحار الانوار۔ج۶۵۔ص۱۵۱)

اس سے پتا چلتا ہے کہ شیعوں کا نیک عمل اور اُن کا اچھا کردار لوگوں کو اہلِ بیتؑ کی جانب مائل کرتا ہے۔

۲۔محبت کی نشانیاں

کبھی کبھی انسان خود بھی غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو شیعہ اور محبِّ اہلِ بیتؑ تصور کرتا ہے' جبکہ اس کا یہ خیال ایک بے بنیاد نعرے اور کھوکھلے دعوے سے زیادہ نہیں ہوتا۔ جو شخص محبتِ اہلِ بیتؑ کا دعویدار ہو اس میں محبت کی نشانیاں اور علامات تلاش کرنی چاہئیں۔ اہلِ بیتؑ سے سچے عشق کی علامات درجِ ذیل ہیں:

عمل اور تقویٰ:

پہلے نکتے (محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا) کے ذیل میں' اس بارے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جا چکی ہے۔

محبانِ اہلِ بیت سے محبت:

اگر ہم اہلِ بیتؑ سے عقیدت رکھتے ہیں' ان کے محبّ اور شیدائی ہیں' تو ہمیں اُن کے محبوں اور دوستوں سے بھی محبت کرنی چاہئے۔ اگر ہم کسی کو پسند کرتے ہیں' تو قدرتی بات ہے کہ وہ جن امور اور جن افراد کو پسند کرتا اور ان سے محبت کرتا ہے' وہ ہمیں بھی پسند ہوں' ہم بھی ان سے خوش ہوتے ہوں۔ عشق و محبت کے اس سلسلے کو اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے:

''خدا سے محبت >>> رسول اللہ سے محبت >>> اہلِ بیتِ رسول سے محبت >>> شیعیانِ اہلِ بیت سے محبت۔''

امام علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''مَنْ اَحَبَّ اللّٰهَ اَحَبَّ النَّبِیَّ، وَمَنْ اَحَبَّ النَّبِیَّ اَحَبَّنَا وَمَنْ اَحَبَّنَا اَحَبَّ شیعَتَنا.'' (اہل البیت فی الکتاب والسنۃ۔ ص ۴۳۱)

''جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے' وہ پیغمبر سے بھی محبت کرتا ہے۔ جو پیغمبر سے محبت کرتا ہے' وہ ہم (اہلِ بیت) سے بھی محبت کرتا ہے اور جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے' وہ ہمارے شیعوں سے بھی محبت کرے گا۔''

امام علی علیہ السلام ہی نے فرمایا ہے:

''مَنْ سَرَّہُ اَنْ یَعْلَمَ اَمُحِبٌّ لَنَااَم مُبْغِضٌ فَلْیَمْتَحِنْ قَلْبَہ، فَاِنْ کَانَ یُحِبُّ وَلِیّاً لَنَا فَلَیْسَ بِمُبْغِضٍ لَنَاوَاِنْ کَانَ یُبْغِضُ وَلِیَّنَافَلَیْسَ بِمُحِبٍّ لَنَا.''

''جو کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن، اسے چاہئے کہ اپنے دل کا امتحان لے (اور اپنے قلب سے معلوم کرے) اگر وہ ہمارے محبّ سے محبت کرتا ہے، تو ہمارا دشمن نہیں اور اگر ہمارے محبّ سے دشمنی رکھتا ہے، تو پھر ہمارا دوست نہیں۔'' (حوالہ سابق)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے:

''مَنْ تَوَلّٰی مُحِبَّنافَقَدْاَحَبَّنا.''

''جو کوئی ہمارے محبّ سے محبت کرتا ہے، وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔''

(بحار الانوار۔ ج ۱۰۰۔ ص ۱۲۴، ج ۳۵۔ ص ۱۹۹)

دشمنوں سے بیزاری:

جو شخص اہلِ بیتؑ سے محبت کرتا ہے، اُسکے دل میں اُن کے دشمنوں سے محبت نہیں ہو سکتی۔ ایک دل میں دو محبتیں اکھٹی نہیں ہوتیں۔ محبتِ اہلِ بیتؑ کے ساتھ اُن کے دشمنوں کی محبت نہیں چل سکتی۔ تولّیٰ اور تبرّیٰ کی اہم بحث اسی مقام پر پیش آتی ہے۔ شیعہ اور اہلِ بیتؑ کا محبّ کسی نظریئے اور موقف کے بغیر نہیں رہتا۔ وہ اہلِ بیتؑ کے مخالفین سے محبت اور دوستی کا تعلق قائم نہیں کرتا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیتِ قرآن: مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ (خدا نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔ سورۂ احزاب ۳۳۔ آیت ۴) کے ذیل میں، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''لَایَجْتَمِعُ حُبُّنَاوَحُبُّ عَدُوِّنَافِی جَوْفِ اِنْسَانٍ.........''

''ایک انسان کے دل میں ہماری اور ہمارے دشمن کی محبت یکجا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خداوند عالم نے انسان کے دو دل نہیں رکھے ہیں کہ ایک میں اس سے دوستی ہو اور ایک میں اس سے دشمنی۔ ہمارے دوست کو چاہئے کہ اپنی محبت کو ہمارے لئے خالص کرے، اسی طرح جیسے سونا آگ میں پڑ کر خالص اور بے آلائش ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی (اپنے دل میں) ہماری محبت کو جاننا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے دل کا امتحان کرے۔ اگر اس کے دل میں ہماری محبت کے ساتھ ہمارے دشمن کی محبت بھی ہو، تو ایسا شخص ہم میں سے نہیں اور ہم بھی اس سے نہیں۔ (نہ اس کا ہم سے تعلق ہے اور نہ ہمارا اس سے تعلق)۔'' (اہل البیت فی الکتاب والسنۃ۔ ص ۴۲۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کے جواب میں، جو یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص آپؑ کی ولایت و محبت رکھتا ہے لیکن آپؑ کے دشمنوں سے بیزاری کے معاملے میں سست ہے، فرمایا:

''هَیهات! کَذِبَ مَنِ ادّعیٰ مَحَبّتنا وَلَمْ یَتبرّءُ مِن عَدُوِّنا.''

''افسوس! ایسا شخص جھوٹ بولتا ہے جو ہماری محبت اور ولایت کا دعویدار ہے لیکن ہمارے دشمن سے بیزار نہیں۔'' (حوالۂ سابق)

مصائب و مشکلات کے لئے تیار رہنا:

محبانِ اہلِ بیتؑ کو مصائب و مشکلات کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ یہ اس بات، کی ایک اور دلیل ہے کہ محبت اور ولایت اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کا دعویدار مشکلات اٹھانے اور صعوبتیں جھیلنے کے لئے تیار نہ ہو۔ حضرت علی علیہ السلام کے بقول:

''مَنْ اَحَبَّنا اهلَ البیتِ فَلْیَسْتَعِدَّ عُدّةً لِلبَلاءِ.''

''جو شخص ہم سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہئے کہ مشکلات جھیلنے کے لئے تیار رہے۔'' (حوالۂ سابق۔ ص ۴۳۵)

عشق و محبت کا راستہ دشوار، پر خطر اور بلاؤں سے بھرا راستہ ہے۔ سچا عاشق کبھی ان مشکلات، دشواریوں اور بلاؤں سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا، بلکہ بڑھ بڑھ کر ان کا استقبال کرتا ہے اور راہِ محبت میں تکلیف اُسکے لئے لذت و سرور بخش ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خونِ دل پینا اور مصیبتیں جھیلنا عشق کی ایک علامت ہے۔ ہمیشہ ولا اور بلا، عشق اور سختی ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ''البلاء للولاء.''

۳۔ غلو سے پرہیز

محبت کے راستے کی ضرر رساں چیزوں میں سے ایک چیز عقیدے کے بارے میں اور اہلِ بیتؑ سے اظہارِ محبت میں غلو (حد سے زیادہ بڑھ جانا) اور افراط ہے۔ خود ائمہؑ اپنے زمانے میں غلو کی مشکل سے دوچار رہے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے جو ان کے خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور ایسے افراد سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ اس حوالے سے بکثرت احادیث موجود ہیں، جیسے امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث کہ:

''اِحْذَرُوا عَلیٰ شَبابِکُم الغُلاۃَ لا یُفسِدونَهم، فَاِنَّ الغُلاۃَ شرُّ خلقِ اللہِ یُصَغِّرونَ عَظَمَةَ اللہِ ویَدَّعُونَ الرَّبُوبیّةَ لِعبادِاللہ.''

''اپنے جوانوں کو غالیوں سے بچا کے رکھو۔ کہیں وہ انہیں خراب نہ کر دیں۔ غالی لوگ خدا کی بدترین مخلوق ہیں، وہ خدا کی عظمت کو گھٹاتے ہیں اور خدا کے بندوں کے لئے مقامِ ربوبیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔''

(امالی طوسی۔ص ۶۵۰)

مدح وستائش میں افراط اور پیغمبرؐ اور ائمہؑ کو مقامِ الوہیت اور ربوبیت تک پہنچا دینا ''غلو'' ہے۔ محبت کو غلو سے آلودہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ غلو باعثِ ہلاکت ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''هَلَکَ فِیَّ رَجُلانِ: مُحِبٌّ غالٍ و مُبغِضٌ قالٍ.''

''میرے بارے میں دو طرح کے لوگ برباد ہوئے ہیں: غلو کرنے والے دوست اور کینہ رکھنے والے دشمن۔'' (نہج البلاغہ۔کلماتِ قصار۔۱۱۷)

پیغمبر اور ائمہ، نبی اور امام ہونے سے پہلے ''عبداللہ'' یعنی خدا کے بندے ہیں، جو پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں۔ خود انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمیں حدِ ربوبیت سے نیچے رکھو، پھر ہمارے بارے میں جو چاہو کہو۔ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

''اِیّاکُمْ وَالغُلُوَّ فینا' قُولوا: اِنّاعَبیدٌمَربُوبُونَ وقولوا فی فَضْلِنامٰا شِئْتُم.''

''ہمارے بارے میں غلو سے پرہیز کرو۔ یہ عقیدہ رکھو کہ: ہم پروردگارِ عالم کے تحتِ اختیار بندے ہیں۔ پھر اس کے بعد ہماری فضیلت میں جو چاہو کہو۔'' (اہل البیت فی الکتاب والسنۃ۔ص۵۳۱)

اسلامی تاریخ میں غلو کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اس غلو کا اظہار اکثر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا گیا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس گمراہی اور فکری انحراف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''مَثَلی فی هٰذِهِ الاُمَّةِ مَثَلُ عیسَی بنِ مریمَ' اَحَبَّهُ قَومٌ فغالُوا فی حُبِّهِ فَهَلکوا وَاَبغَضَهُ قومٌ فَهَلکوا ...''

''اس امت میں میری مثال عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی سی ہے۔ ایک گروہ نے ان سے محبت کی اور اس محبت میں غلو اور افراط کی وجہ سے ہلاکت سے دوچار ہوا۔ جبکہ دوسرا گروہ ان سے بغض و عداوت کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوا۔'' (بحار الانوار۔ج۳۵۔ص۳۱۵)

محبت میں افراط، حق سے دوری کا باعث ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک کلام میں نہروان کے خوارج کو خطاب کر کے فرمایا ہے:

''میرے حوالے سے دو گروہ ہلاکت کا شکار ہوں گے: ایک مجھ سے محبت

میں حد سے بڑھ جانے والے، جنہیں ''محبت'' ناحق راہ کی طرف لے جائے گی۔ اور دوسرے مجھ سے دشمنی میں حد سے گزر جانے والے۔''

(بحار الانوار۔ج ۳۳۔ص ۳۷۳)

محبت میں غلو اور ائمہؑ کو خدا سے نسبت دینا' ایک قسم کی بدعت اور شرک ہے' جس کا ارتکاب تاریخِ اسلام میں نادان دوستوں یا کٹّر دشمنوں نے کیا ہے اور جو شیعوں اور ائمہؑ کے لئے دردِ سر بنے ہیں اور آج بھی ایسے عقائد ورجحانات شیعیت پر حملے اور اعتراض کے لئے دشمنوں کا ہتھیار ثابت ہوتے ہیں۔ دشمنانِ اہلِ بیت خود اس قسم کے افکار وخیالات کی نشر و اشاعت میں مددگار رہے ہیں اور آج بھی اس سلسلے میں تعاون کرتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس طرح شیعیت کے چہرے کو مسخ کر کے سامنے لاتے ہیں۔(۱)

البتہ ایک دوسری جانب سے ایک اور خطرہ بھی موجود ہے۔ بعض علاقوں اور محافل میں' غلو کے خطرے کے خوف سے اہلِ بیتؑ کے اُن فضائل اور مناقب کا بیان بھی ترک کیا جارہا ہے جو یقینی اور معتبر روایات کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور ہر اس فضیلت کو غلو کے نام سے مسترد کیا جارہا ہے جو عقلِ بشر سے معمولی سی بھی ہم آہنگ نہیں۔ یہ طرزِ عمل بھی درست نہیں اور دشمن ہم سے یہی چاہتا ہے۔

شیعیت کے مخالفین ہم پر غلو کا الزام لگاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ غلو سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ اور عقیدے میں انحراف کا شکار ہوئے بغیر اپنے مخالفین کے الزامات کی رد میں جواب بھی ہمارے پاس موجود ہو اور ہم ''غلو'' اور ''فضائل'' کے بیان کے درمیان حد کو بھی جانتے ہوں' تاکہ ان کے شبہات کو دور کر سکیں۔

بہرحال ہمیں چاہئے کہ نوجوانوں اور بچوں کی فکری سطح اور ان کی ذہنی صلاحیت کو

۱۔ اس بارے میں تحقیق کے خواہشمند حضرات علامہ اسد حیدر کی تالیف ''امام جعفر الصادق والمذاھب الاربعہ۔ جلد۴۔ صفحہ ۳۶۹'' پر مشکلة الغُلاة کے عنوان سے گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

پیش نظر رکھیں اور ان کے سامنے ایسی احادیث اور فضائل بیان کریں، جو ان کے لئے قابلِ فہم اور قابلِ ہضم ہوں۔ صرف اس بنیاد پر کسی بات کو عام افراد کے سامنے بیان کرنے کا جواز فراہم نہیں ہوتا کہ یہ بات حدیث میں موجود ہے۔ کبھی کبھی سننے اور پڑھنے والوں کے لئے فکری کشش نہ رکھنے کی وجہ سے کوئی بات ان کے ذہن میں شک وشبہ پیدا کر دیتی ہے اور وہ اصلِ دین اور عقائد کے منکر ہو جاتے ہیں۔

ایک میدان دو حملے

کیونکہ محبتِ اہلِ بیت پیدا کرنا ایک فکری عمل اور اغیار کی فکری و ثقافتی یلغار کے مقابل دفاعی بند باندھنا ہے۔ لہٰذا اس گفتگو کی تکمیل کی خاطر یہ تحریر بھی کتاب میں شامل کی جا رہی ہے، جس میں فوجی اور ثقافتی حملوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔

نہ تو سرحد صرف بحری اور برّی ہوتی ہے، نہ حملہ صرف زمینی اور فضائی۔

نہ یلغار صرف فوجی ہوتی ہے، نہ شکست اور نقصان فقط مادّی۔

ثقافتی یلغار، فوجی حملے سے زیادہ خطرناک چیز ہے۔

فوجی حملے کا مقصد زمین پر قبضہ کرنا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار دین اور اخلاق کو نقصان پہنچانے کے لئے ہوتی ہے۔

فوجی یلغار انتہائی تیزی اور شور وغل کے ساتھ ہوتی ہے، جبکہ ثقافتی یلغار نہایت خاموشی اور آہستگی کے ساتھ۔

فوجی حملہ خوفزدہ کر دینے والا اور نفرت انگیز ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار فریب دینے والی اور پرکشش ہوتی ہے۔

فوجی حملے کے مقابل لوگ اپنا دفاع کرتے اور اس سے مقابلہ کرتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار کا استقبال کرتے اور اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔

فوجی حملے کے دوران مارا جانے والا شہید ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار کے نتیجے میں مرنے والا پلید۔

شہادت لوگوں کے لئے محبوب ہوتی ہے، لیکن گمراہی نفرت انگیز۔

فوجی یلغار میں دشمن اپنی دشمنی اور جنگ کا اعلان کرتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار میں دشمن اعلانِ دوستی کیا کرتا ہے۔

فوجی حملے میں پہلا فائر ہوتے ہی لوگ خطرے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ثقافتی یلغار میں جب تک دشمن اپنا آخری ہتھیار استعمال نہیں کر لیتا، اُس وقت تک بہت سے لوگ یہ ماننے ہی کو تیار نہیں ہوتے کہ اُن پر حملہ ہوا ہے۔

فوجی حملہ ظاہر و آشکارا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار پوشیدہ و پنہاں۔

فوجی حملے کے نتیجے میں زمین چھنتی ہے، اور ثقافتی یلغار میں دین اور عزت و آبرو ہاتھ سے جاتی ہے۔

فوجی حملے میں محاذوں پر دشمن کے ساتھ نبرد آزمائی ہوتی ہے، ثقافتی یلغار میں دشمن گھروں کے اندر حملہ آور ہوتا ہے۔

فوجی حملے میں بم برستے ہیں، ثقافتی یلغار میں شکوک و شبہات کی بارش ہوتی ہے۔

فوجی حملے کا اسلحہ میزائل اور بم ہوتے ہیں، ثقافتی یلغار میں مصنوعی سیارے اور مواصلاتی موجیں کام کرتی ہیں۔

فوجی حملے میں چھاؤنیاں، ہوائی اڈے، سڑکیں اور مورچے نشانے پر ہوتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار میں تعلیمی اداروں، مطبوعات، افکار اور عقائد کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

فوجی حملے کے دوران پہاڑوں، میدانوں اور سمندروں میں مقابلہ ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار میں رسائل، جرائد، فلموں، ڈراموں اور ناولوں میں جنگ آزمائی ہوتی ہے۔

فوجی میدانِ جنگ محدود ہوتا ہے، ثقافتی جنگ کا میدان انتہائی وسیع و عریض۔
عسکری میدان میں ہونے والا نقصان ظاہر اور نظر آنے والا ہوتا ہے، ثقافتی میدان میں ہونے والی بربادی اکثر لوگوں کو نظر ہی نہیں آتی۔
عسکری میدان کے اسیر جنگی قیدی بنتے ہیں، جبکہ ثقافتی میدان کے گرفتار شدگان غافل اور گمراہ۔
عسکری میدان میں شہادت ملتی ہے، جو پسماندگان کے سربلند کر دیتی ہے، جبکہ ثقافتی میدان کے متاثرین کا غافل اور گمراہ ہو جانا اُن کے اہلِ خانہ کے لئے شرمناک ہو جاتا ہے۔
شہید کے باپ کا سر بلند ہوتا ہے، جبکہ گمراہ شخص کا باپ نادم و شرمندہ۔
فوجی میدان میں زخمی ہونے والے کو علاج معالجے کے لئے پچھلے مورچوں میں بھیج دیا جاتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان میں پہلا زخم کھاتے ہی انسان اگلی صفوں میں چلا جاتا ہے۔
عسکری میدان میں برسنے والی گولیاں اور گولے جسموں کو زخمی اور معذور کرتے ہیں، جبکہ غلیظ ثقافت کا مہلک وائرس ایمان اور افکار کو نقصان پہنچاتا ہے۔
فوجی حملے میں دشمن برّی اور بحری سرحدوں سے داخل ہوتا ہے، ثقافتی یلغار میں فکری اور روحانی سرحدوں سے۔
عسکری میدان میں جسے چوٹ لگتی ہے اُس میں مقابلے اور دشمنی کے جذبات بھڑکتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار میں زخمی ہونے والا اپنے ہتھیار چھوڑ کر گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔
ایک شہید کی تشییعِ جنازہ پورے شہر میں ولولہ پیدا کر دیتی ہے، اور ایک نسل کی گمراہی معاشرے کی روح کو افسردہ کر دیتی ہے۔
فوجی یلغار قوم میں مقابلے کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جبکہ ثقافتی یلغار اسے مزید سست بنا دیتی ہے۔
عسکری میدان گولوں کی گھن گھرج سے گونج رہا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان پر دلکش آوازوں کا سرور چھایا ہوا ہوتا ہے۔

میدانِ جنگ میں انسان خدا تک پہنچنے کے لئے خود کو فدا کر دیتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان میں اپنے نفس کی تشفی کے لئے خدا کو قربان کر دیتا ہے۔

میدانِ جنگ میں قربان ہونے والے بھلائی کی راہ کے شہید ہیں، جبکہ ثقافتی میدان کے مارے جانے والے برائیوں اور گمراہیوں کی راہ کے مردار۔

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ثقافتی محاذ کے زخمی نہ ہوں۔

اور اگر خدانخواستہ ہمیں کوئی زخم لگے بھی، تو بلاتاخیر توبہ کی علاج گاہ میں آ جائیں، تاکہ جلدازاس کی تلافی ہو جائے۔

کیا ہم اپنی روح اور فکر کی سلامتی کو جسم کی سلامتی کے برابر بھی اہمیت دیتے ہیں؟!

کتاب کے اہم مصادر کی فہرست

قرآنِ کریم
بحارالانوار، علامہ مجلسی
کشف الغمہ، اربلی
الغدیر، علامہ امینی
احقاق الحق، قاضی نور اللہ تستری
بشارۃ المصطفیٰ، طبری
ینابیع المودۃ، قندوزی
میزان الحکمۃ، محمد محمدی ری شہری
الاحتجاج، طبرسی
اہل البیت فی الکتاب والسنۃ، محمد محمدی ری شہری
غرر الحکم، آمدی
ثواب الاعمال، شیخ صدوق
الکافی، محمد بن یعقوب کلینی
امالی، شیخ طوسی

من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق

صحیفۂ سجادیہ، امام زین العابدین

وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی

سفینۃ البحار، محدث قمی

مفاتیح الجنان، محدث قمی

مستدرک الوسائل، میرزا حسین نوری

العوالم، بحرانی

تحف العقول، ابن شعبہ حرانی

نہج البلاغہ، سید رضی

یادداشت

ہماری مطبوعات

ہمارے ائمہؑ اور سیاسی جدوجہد	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
چھ تقریریں ولایت کے موضوع پر	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
روحِ توحید	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
دنیائے جوان	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
فکر و نظر	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
فقہ زندگی	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
مہدئ منتظرؑ قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
حضرت علیؑ کی وصیت	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟	علامہ ابراہیم امینی، محمد باقر شریعتی سبزواری
حسین ابن علیؑ کا خطاب	محمد صادق نجمی
حسین ابن علیؑ مدینہ تا کربلا	محمد صادق نجمی
کلامِ امام حسینؑ کی چند کرنیں	حجت الاسلام محسن غرویان
نہج البلاغہ اور حیاتِ اجتماعی	شیخ حسن موسیٰ صفار
نوجوانوں کے لئے جاننے کی باتیں	رضا فرہادیان
ماہِ رمضان تزکیۂ نفس اور اصلاحِ کردار کا مہینہ	مجلسِ مصنفین
اسلامی تحریک قرآن وسنت کی روشنی میں	شیخ محمد حسن صلاح الدین
بہترین عشق	حجت الاسلام جواد محدثی
عباد الرحمٰن کے اوصاف	حجت الاسلام محمد محمدی اشتہاردی
کامیاب زندگی	حجت الاسلام عباس مدرسی
عبادت و نماز	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
توبہ کیا ہے کیسے قبول ہوتی ہے	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
اسلام اور عصرِ حاضر کی ضروریات	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
جہاد	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
معنوی آزادی	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
سیرتِ نبویؐ ایک مطالعہ	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
جاذبہ ودافعۂ علیؑ	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
خاتمیت	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
ائمۂ اہلِ بیتؑ فکری وسیاسی زندگی	حجت الاسلام رسول جعفریان

امام علی رضا علیہ السلام

"لا تَدَعُوا العَمَلَ الصَالِحَ والأجتهادَ فی العبادۃِ اِتّکالاً عَلیٰ حُبّ آلِ محمّدٍ ولا تَدَعُوا حُبَّ آلِ محمّدٍ والتسلیمَ لِأمرِهِمْ اِتّکالاً عَلَی العبادۃ فاِنّہُ لا یُقبَلُ أحَدُهُما دونَ الأخَرِ۔"

"نہ آلِ محمد کی محبت کے بھروسے پر عملِ صالح اور خدا کی عبادت میں کوشش کو چھوڑنا، اور نہ ہی عبادت کے بھروسے پر آلِ محمد کی محبت اور اُن کے احکام کی اطاعت کو ترک کرنا۔ کیونکہ اِن میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔"

(بحارالانوار۔ ج ۷۵۔ ص ۳۴۷)

دارالثقلین

تبلیغ مذھب اور دینی شعور کی بیداری کے لئے سرگرم عمل